وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (القرآن)

اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو تاکہ تمہارے لیے قبول کروں۔

شاندار تحفہ

(فرض کے بعد دعا)



تصنیف:

شیخ الاسلام علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی
(متوفی سنہ ۱۱۷۴ھ)

مترجم: پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سموں (پی ایچ ڈی)

الرشید اکیڈمی کراچی

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (القرآن)

اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھ سے دُعا مانگو تاکہ تمہارے لئے قبول کروں۔

شاندار تحفہ

(فرض کے بعد دُعا)



تصنیف:

شیخ الاسلام علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی
المتوفی ۱۱۷۴ھ

مترجم: پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سموں (پی ایچ ڈی)

الرشد اکیڈمی کراچی

انتساب

میں اپنی اس کوشش کو اپنے والد مرحوم و مغفور مولوی عبداللہ سموں (راجو نظامانی) کی طرف منسوب کرتا ہوں، جن کی تعلیم و تربیت اور دعا کی برکت سے میں اس قابل ہوا کہ اس کتاب کا ترجمہ کر سکا۔

ڈاکٹر محمد اشرف سموں

نام کتاب : شاندار تحفہ (فرض کے بعد دعا)

تصنیف : شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رح

مترجم : پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سموں (ٹھٹہ)

پیش لفظ : پروفیسر غلام عباس ازہری سراج الدولہ کالج

طباعت : ایک ہزار

قیمت :

ناشر

الراشد اکیڈمی جامع مسجد صُفّہ

عزیز آباد کراچی

فون : 6323130

بسم الله الرحمن الرحیم o

حامداً و مصلیاً

اما بعد ! شریعت اسلامیہ میں دعا بھی ایک قسم کی عبادت ہے کیونکہ اس میں بندوں کی الحاح و زاری ، عجز و انکساری اور اللہ پاک کی قدرت کا اظہار و اقرار ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم (مومن ۔ ٦٠) اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو ، میں تمہاری دعا قبول کرونگا ۔ دعا میں بندگی کے لوازمات پائے جاتے ہیں ۔ دعا مومن کے لئے ایک حفاظتی ہتھیار ہے جس سے ایک طرف وہ شیاطین کے شر سے محفوظ رہتا ہے ، تو دوسری طرف اللہ پاک کی رحمت سے استغاثہ کر کے رحمتِ خداوندی کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان الدعاء هو العبادة ثم قرأ ادعونی استجب لکم ..... (ترمذی بروات نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ)

حضرت ابو حریرہؓ کی روایت میں ہے کہ من لم یسال اللہ یغضب علیہ .... جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا ، اللہ اس پر غضبناک ہوتا ہے ۔

(ترمذی) اللہ پاک سے دعا کرنا دراصل بندگی کا تقاضا ہے۔

زیرِ نظر کتاب دعا کی اہمیت، فضیلت اور افضلیت کے متعلق ہے جو کہ شیخ الاسلام علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی تصنیف ہے شیخ الاسلام کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔مختلف موضوعات پر ان کی مختلف تصانیف اپنی مثال آپ ہیں۔آپ کی تحریر تحقیقی نکات اور تبحرِ علمی کی شاہکار ہے۔ الفاظ کی فراوانی اور عبارت کی روانی آپ کی تصنیفات کی خصوصیات میں سے ہے۔

مخدم صاحب کی تصنیف التحفۃ المرغوۃ فی افضلیۃ الدعا بعد المکتوبۃ عربی زبان میں فرض نماز کے بعد دعا کے مسنون اور افضل ہونے کے بارے میں ہے۔

دعا کے مسئلے میں شیخ الاسلام کا یہ رسالہ ایک انمول خزانہ ہے جس میں موصوف نے احادیث صحیحہ اور اقوال فقہاء سے ثابت کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا افضل اور مسنون ہے۔ عربی رسالہ کا سلیس اردو زبان میں ترجمہ ہمارے محترم دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سموں صاحب نے کیا ہے۔ موصوف ایک کالج میں استاد اور ٹھٹہ کے علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ نے سندھ کے علماء کی دینی خدمات کے موضوع پر پی ایچ

ڈی کی ہے ۔ موصوف کی دینی خدمات قابلِ ستائش ہیں ۔ اللہ پاک ڈاکٹر صاحب کو مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے ۔

الراشد اکیڈمی رجسٹرڈ ایک دینی ادارہ ہے جس کے اہم مقاصد میں عالمِ اسلام خصوصاً سندھ کے علماء کرام کی مقتدر تصنیفات کی اشاعت کرنا ، اردو سندھ عربی انگلش میں مختلف مفید تصانیف کا ترجمہ کروا کر عائمۃ المسلمین تک پہنچانا ہے ۔

اکیڈمی کی مشاورت ، فاضل اہلِ علم علماء اور محقق دانشوروں پر مشتمل ہے اکیڈمی کے لئے یہ بات باعثِ اطمینان ہے کہ اس کے زیرِ ادارت سندھ کے عبقری عالم شیخ الاسلام علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی ؒ کا رسالہ شائع ہو رہا ہے انشاء اللہ مستقبل قریب میں حدیث کے صحیح مجموعہ ریاض الصالحین کا سندھی ترجمہ جو کہ زیرِ طباعت ہے اکیڈمی کی جانب سے طبع ہو کر شائقین علم کے ہاتھوں میں پہنچے گا ۔ خیر کے امور میں دلچسپی رکھنے والے اور نیکی میں سبقت کی خواہش رکھنے والے درد مند مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ اکیڈمی کے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرمائیں تاکہ اسلامی علوم کی روشنی کو عامۃ الناس تک پہنچایا جا سکے ۔ اللہ پاک ہمارا حامی و ناصر ہو ۔

فقط ناحقر العباد

غلام عباس قادری ازہری
فاضل جامع راشدیہ

چیرمین الراشد اکیڈمی

(ٹرسٹ رجسٹرڈ)

شمس الملت والدین مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی المتوفی ۱۱۷۴ھ

سندھ کی سرزمین صدیوں سی علم و عرفاں کی سرزمیں رہی ہے اس مردم خیزعلاقہ میں جو مقام ٹھٹہ کو حاصل ہے وہ اور کسی علاقہ کو نہیں ٹھٹہ کسی زمانہ میں سندھ کا دارالخلافہ تھا علم و عرفاں کے اعتبار سے یہ بغداد ثانی کہلاتا تھا۔ سندھ کے کلھوڑہ خاندان نے ٹھٹہ کو دارالخلافہ بنایا اس زمانے میں ٹھٹہ دینی علوم کا مرکز تھا ہر چار طرف علم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا علوم مروجہ کی مسندیں تھیں۔ ایک ہی وقت میں سیکڑوں ادارے تھے جہاں اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء وفضلاء روحانی مربی اپنے فیض سے علم کے پیاسوں کو سیراب کر رہے تھے۔
ان مشہور شخصیات میں سے ایک مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی ہیں، جن کا چار دانگ عالم میں شہرہ ہے

محمد ہاشم ٹھٹوی نام، شمس الملت والدین لقب مخدوم آپ کا خطاب ہے آپ اپنے وقت کے عظیم محدث یگانہ روز گار اور یکتائے زمانہ فقیہ تھے
آپ کا نسب اس طرح ہے مخدوم محمد ہاشم، بن عبدالغفور بن عبدالرحمن بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن صغیر الدین حارثی بھٹورائی، بہراموری، ٹھٹوی ہیں
آپ حارث بن عبدالمطلب کے اولاد میں سے ہیں اس لئے اپنے حارثی کہلاتے تھے۔ سندھ میں آپ کی قوم پنہور کے نام سے مشہور ہے یہ قوم آج بھی ٹھٹہ اور اس کے آس پاس آباد ہے۔ پنہور عرب کا ایک قبیلہ تھا جو فتح سندھ کے بعد عرب سے آکر سندھ میں آباد ہوا۔

ولادت

مخدوم صاحب کے آباؤ اجداد پہلے سہون میں آباد ہوئے ۱۶۹۲ء میں آپ کے والد ماجد علامہ عبدالغفور سہون سے ہجرت کرکے بٹھورہ ضلع ٹھٹہ میں آکر آباد ہوئے جہاں دس ربیع الاول ۱۱۰۴ھ، ۱۶۹۲ء مین مخدوم محمد ہاشم کی ولادت ہوئی ۔

تعلیم و تربیت

مخدوم صاحب کا خاندان شروع سے ہی ایک دینی اور علمی خاندان تھا آپ نے گویا ایک علمی خاندان مین آنکھ کھولی آپ کے والد صاحب علامہ عبدالغفور اپنے

ہمعصروں میں بلند مرتبہ و مقام رکھتے تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگرانی میں اپنے فرزند کی تعلیم اور تربیت کی قران پاک کا حفظ اور اس کے علاوہ عربی نحو و صرف فارسی اور فقہ کی کتابیں خود پڑھائیں۔

مخدوم صاحب کی عمر جب نو برس کی ہوئی ۱۱۱۳ھ ۱۷۰۱ء میں آپ کے والد رحلت فرما گئے اور اس طرح مخدوم صاحب بچپن میں اپنے عظیم والد، استاد، اور روحانی مرشد کی شفقت و محبت سے محروم ہو گئے

والد ماجد کی وفات کے بعد آپ نے ٹھٹھہ کا رخ کیا اس زمانے میں ٹھٹھہ میں علامہ مخدوم محمد سعیدؒ اور علامہ مخدوم محمد ضیاء الدین کی مسند درس بہت مشہور اور ممتاز تھی آپ نے بھی اسی مسند کا انتخاب کیا آپ نے موقوف علیہ تک درسی کتابیں علامہ مخدوم محمد سعید کے درس میں پڑھیں اس کے بعد دورہ حدیث اور دوسری کتابیں علامہ ضیاء الدین کے مدرسہ میں پڑھکر آپ نے کتب عالیہ کی تکمیل اور سند حدیث حاصل کی مخدوم محمد ہاشم رحمت اللہ علیہ نے نو سال کے مختصر عرصہ میں اپنی خداداد صلاحیت، محنت، مشقت، ذہانت، ذکاوت، اور اساتذہ کے فیوض سے ہر علم میں مہارت پیدا کرکے پوری سندھ میں اپنا مقام پیدا کر لیا اور اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ سبقت حاصل کر گئے۔

سفر حجاز و حرمین

۱۱۳۵ھ میں مخدوم صاحب نے حرمین کا سفر اختیار کیا اور وہاں کے شوخ سے جیسے محدث حرم اور مفتی فقہ حنفیہ علامہ بشیخ عبدالقادر مکی الحنفي المتوفی ۱۱۳۸ھ شیخ عبدبن علی المصری، شیخ محمد ابوطاہر کردی المدنی المتوفی ۱۱۴۵ھ، شیخ علی بن عبدالمالک دراوی وغیرہ سے کتب حدیث پڑھیں، اس کے علاوہ عقائد اصول، تجوید، قرات فقہ کا درس لیا اور سند حدیث حاصل کی بعض لوگوں کا کہنا ہے مخدوم ہاشم نے شاہ ولی اللہ دھلویؒ سے بھی تعلیم حاصل کی ہے مگر اس کی کوئی خاص سند نہیں ہے اور نہ ہی اس کا تذکرہ ملتا ہے یہ ممکن ہے کہ حجاز میں شاہ ولی اللہ سے آپ کی ملاقات ہوئی ہو البتہ ٹھٹھہ کے ایک اور عالم علامہ محمد معین نے شاہ ولی اللہ سے اکتساب علم کیا ہے یہ بزرگ مخدوم محمد ہاشم کے بھی استاد تھے

زیارت الرسول

جن دنوں آپ حجاز مقدس میں تھے کچھ کتابیں یادداشت اور حواشی بھی تحریر

کئے ان ایام میں آپ کو جناب محمد الرسول ؐ کی زیارت نصیب ہوئی یہ جمعہ کی رات ۹ رجب المرجب ۱۱۳۶ھ کی تھی جن کا تذکرہ تاریخ اور وقت آپ نے اپنی ایک کتاب کے حواشی پر تحریر کیا ہے اور اپنی یاد داشت کے لئے اس پر دستخط بھی ثبت کیا ہے۔ سندھ کے ہر عام و خاص عالم و امی کے ہاں یہ روایت مشہور ہے۔ کہ سفر حجاز کے دوران جب مخدوم صاحب پیغمبر اسلام کے قبر مبارک پر حاضر ہوئے تو آپ کے قبر مبارک سے آپ کو سلام آیا یہ روایت سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے جو تمام سندھ میں مشہور ہے مخدوم صاحب کا سلسلہ ۳۵ واسطوں سے امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت المتوفی ۱۵۰ھ اور ۳۶ واسطوں سے حضرت عبداللہ بن ابی جیبیہ ؓ صحابی رسول اللہ تک پہنچتا ہے۔

الحمدُ لِلّٰہِ !

راقم الحروف کے والد گرامی مولوی عبداللہ سموں مرحوم راجو نظامانی نزد جھرک ضلع ٹھٹہ کے سند حدیث کا سلسلہ صرف سات واسطوں سے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی تک پہنچتا ہے والد مرحوم نے مروجہ عربی علوم مولانا فتح علی جتوئی مولانا حامد اللہ بیلوی میاں محمد عمر مگسی سے حاصل کئے دورہ حدیث آپ نے تھر کے علاقہ کے مشہور محدث محمد عثمان قرآنیؒ سے پڑھا اور سند فراغ حاصل کی مولانا قرآنی قاضی لعل محمد ٹمیاری والے کے شاگرد تھے قاضی لعل محمد مولوی محمد ٹمیاری والے کے شاگرد تھے اور انہوں نے مولانا عبدالکریم بحرالعلوم مدفوں جنت البقیعہ والے سے تحصیل علم کیا انہوں نے اپنے والد مولانا محمد عثمان متعلوی سے اکتساب علم کیا مولانا محمد عثمان مخدوم محمد ابراہیم ٹڈئی بندر والے کے ہم عصر تھے اور مخدوم محمد ہاشم کے پوتے تھے دونوں بزرگوں کے آپس میں علمی مسائل پر بڑے تحریری مناظرے ہوتے تھے مولوی محمد عثمان نے مخدوم میڈنو نصرپوری اور مخدوم نور محمد نصرپوری سے اکتساب علم کیا علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی کی تحقیق کے مطابق یہ دونوں بزرگ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے شاگرد تھے۔

بیعت

مخدوم صاحب جس طرح علوم ظاہری تفسیر، حدیث فقہ، لغت، صرف و نحو، ادب، علم بیان، معانی، فلسفہ تجوید قرات کے ماہر تھے اسی طرح روحانی اور باطنی علوم مین بھی

اپنے وقت کے کامل ولی اور اکمل مرشد تھے۔

مخدوم صاحب ظاہری علوم کے تکمیل کے بعد باطنی اور روحانی علوم کی طرف تزکیہ نفس کے لئے متوجہ ہوئے اس وقت ٹھٹھ کے مشہور شیخ زمانہ مرشد کامل ابوالقاسم نقشبندی المتوفی ۱۱۳۸ھ کے مجلس میں ہاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی اور طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم کی آرزو کی شیخ موصوف نے مراقبہ کے بعد فرمایا جن لوگوں سے میری تعلیم اور تلقین متعلق ہے ان کی فہرست مین تمھارا نام نہیں ہے مخدوم صاحب نے عرض کیا کہ پھر میرے واسطے میرے شیخ کی رہنمائی کیجئے تاکہ میں ان سے بیعت کرکے اپنے باطن کا تزکیہ کر سکوں شیخ نے فرمایا کہ وہ علامہ وقت قطب ارشاد شیخ طریقت قادریہ سید سعد اللہ بن سید غلام محمد سلونی سورتی المتوفی ۱۱۳۸ھ ہیں۔

۱۱۳۶ھ میں مخدوم صاحب حضور اکرمؐ کے روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر حجاز مقدس سے واپس ہوئے تو سورت کی بندرگاہ پر اترے سورت بھارت' ہندوستان کے ضلع گجرات کا ایک مشہور گھر ہے اور حضرت سعد اللہ سلونی جو اس وقت کے مشہور شیخ طریقت اور معرفت تھے حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے پورا ایک سال حضرت کے خدمت مین حضر ہوئے اور سلوک کے منازل طے کئے۔ شیخ نے آپ کو خرقہ خلافت اپنے دست مبارک سے پہنایا اور اجازت بیعت کی سند عطا کی ایک سال کے عرصہ کے بعد ۱۱۳۷ھ میں آپ واپس ٹھٹھ تشریف لائے۔

مخدوم صاحب کا پہلا مدرسہ

مخدوم صاحب تعلیم اور روحانی تربیت سے فارغ ہو کر اپنے اصلی گاؤں بہرامپور نزد بھٹورہ میں تشریف لاکر ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی چونکہ آپ بہت متقی' پرہیز گار داعی دین حق' حامی سنت اور قاطع بدعت تھے جبکہ وہاں پر بدعات رسومات کے بادل چھائے ہوئے تھے ارباب اقتدار علاقہ کے جاگیردار نام نہاد پیران طریقت نے بجائے تعاون کے آپ کی مخالفت شروع کردی لھذا آپ دل برداشتہ ہو کر اپنے اصلی مولد بہرامپور کو خیرباد کہہ کر ٹھٹھ تشریف لائے اور ٹھٹھ آکر ایک بہت بڑے دینی ادارہ کی بنیاد رکھی ٹھٹھ اس وقت دینی علوم کا مرکز تھا بڑے بڑے دینی ادارے پہلے موجود تھے مگر مخدوم محمد ہاشمؒ کے اس دینی ادارہ نے جلدی ایک بہت بلند مقام حاصل کرلیا اور آپ طلبہ کے مرجع بن گئے ہر طرف سے تشنگان علم امنڈنے لگے دور دراز سے علم کے شائق اور پیاسے حاضر خدمت ہو کر اپنے ظاہری اور باطنی علوم کی پیاس بجھانے

لگے اور شرف شاگردی حاصل کرنے لگے۔

سندھ کے مشہور مورخ میر علی شیر قانع لکھتے ہیں کہ مخدوم محمد ہاشمؒ کے زمانے میں ٹھٹہ میں اسلامی نظام کا نفاذ تھا مخدوم صاحب کے حکم اور فتاوی کے بنیاد پر فیصلے کئے جاتے تھے آپ کے ہاتھوں پر ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کو قبول کیا۔ وقت کے حکمرانوں جیسے احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ جیسے حکمرانوں سے آپ کی خط و کتابت تھی۔ شاہان وقت بھی آپ کی خواہش کے مطابق دین کے احکام جاری کرانے میں آپ کی مدد کرتے تھے سندھ کے حکمران غلام شاہ کلھوڑہ آپ کے معتقدوں میں سے تھے مخدوم محمد ہاشم نے ٹھٹہ میں بدعات اور غیر اسلامی رسومات کو بند کرانے کے لئے باقاعدہ طور پر حاکم سندھ سے ایک حکم نامہ جاری کرایا تھا اس **حکمنامہ** کے اجراء کے بعد ٹھٹہ سے بری رسومات اور بدعات عورتوں کا قبروں پر جانا ماتم سازی وغیرہ کا کسی حد تک خاتمہ ہو گیا کچھ لوگوں نے غلام شاہ کو مخدوم صاحب کے خلاف ورغلانے کی کوشش کی مگر اس کا نتیجہ ان لوگوں کے خلاف نکلا اور غلام شاہ نے مخدوم صاحب کو ٹھٹہ کا چیف جسٹس، قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز کر کے ہمیشہ کی لئے مخالفین کی طاقت کا خاتمہ کر دیا

مخدوم محمد ہاشم کی علمی خدمات

مخدوم صاحب کی علمی خدمات میں سب سے اہم ان کا دینی مدرسہ ہے جہاں پر نہ صرف سندھ بلکہ سندھ سے باہر جیسے گجرات، کاٹھیاواڑ، افغانستان سے لوگ آکر آپ سے فیض اور علم حاصل کرتے تھے جن کی تعداد شمار سے باہر ہے مگر آپ کے مشہور شاگردوں میں مخدوم عبدالرحمٰن بن مخدوم محمد ہاشم المتوفی ۱۱۸۱ھ مدفون، ہند کچھ، مخدوم عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم ۱۱۸۹ھ مدفون مکلی علامہ ابوالحسن الصغیر المتوفی ۱۱۸۷ مدفون جنت البقیع، مخدوم میڈنو نصرپوری المتوفی ۱۱۸۱ھ مدفون نصرپور شاہ فقیراللہ علوی افغانی شکارپوری المتوفی ۱۱۹۵ مخدوم عبدالخالق ٹھٹھوی مصنف مطلوب المومنین، مخدوم عبداللہ مصنف کنز العبرت وغیرہ

تبلیغ و قضا

مخدوم صاحب جہاں دینی تعلیم کی اشاعت مین سرگرم تھے، وہاں عوام کی اصلاح اور تربیت کے لئے بھی کوشاں رہتے تھے۔ روزانہ جامع مسجد شاہجہاں میں

عصر نماز کے بعد حدیث نبوی کا درس دیتے تھے اور جمعہ کو جامع مسجد خسرو میں وعظ کیا کرتے تھے آپ ایک قادر الکرم مبلغ اور خطیب تھے آپ نے عوام کے خواص و عوام کے سہولت کے خاطر ایک دارالافتاء قائم کر رکھا تھا جہاں سے لوگ فتاوی حاصل کرتے تھے اور شرعی بنیاد پر لوگوں کے فیصلے کئے جاتے تھے آپ کے ان فتاوی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ابھی تک قلمی صورت میں موجود ہے۔

بزرگوں کا احترام

مخدوم محمد ہاشم اپنے عہد کے بزرگان دین اور علماء کرام کا بڑا احترام کرتے تھے مخدوم محمد قائم سے آپ کا بعض مسائل پر اختلاف تھا اور ایک دوسرے کے رد میں کتابیں بھی تحریر کیں مگر بڑے اخلاق اور احترام کے دائرہ میں رہ کر ایک دوسرے کا رد فرمایا۔ مخدوم محمد معین ٹھٹوی شاہ ولی اللہ کے شاگرد اور شاہ عبد اللطیف کے دوست تھے ان کے بعض کتابوں کے رد میں آپ نے کتب تحریر کئے مگر ان کا نام اپنے کتابوں میں بڑے ادب و احترام سے لیا ہے اپنے عہد کے **قصلب** حضرت ابوالقاسم نقشبندی کے ساتھ آپ کو بڑی عقیدت تھی - آپ ہر روز ان کے کمرہ کا جھاڑو دیتے تھے اور ان کے پلنگ کو صندل کی خوشبو سے بساتے تھے۔ ایک روز حضرت ابوالقاسم کو دیکھا کہ وضو فرمارہے ہیں اور بازو کی طرف سے کہنی پر پانی ڈال رہے ہیں۔ مخدوم صاحب نے صرض کیا کہ حضرت فقہ کے اعتبار سے کلائی سے کہنی پر پانی جانا چاہئے حضرت ابوالقاسم نقشبندی نے فرمایا کہ ہم نے پیغمبر اسلام کو اس طرح وضو کرتے دیکھا ہے مخدوم صاحب نے عرض کی مگر فقہ کی روایت اسی طرح ہے جیسے میں نے عرض کیا۔ حضرت ابوالقاسم مراقبہ میں چلے گئے اور آپ ؐ کی روح انور کے طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا حضور اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا اگر چہ تم نے اس طرح دیکھا ہے مگر آپ کو اس طرح معمول کرنا چاہئے جس طرح مخدوم محمد ہاشم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا اب میں اس طرح وضو کروں گا جس طرح تم کہتے ہو اس روایت سے معلوم ہوا کہ مخدوم ہاشم کو پیغمبر اسلام سے کتنا قرب تھا اور خاص طور پر مخدوم ہاشم کے حق گوئی اور بیباکی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ فقھی اور شرعی معاملات مین کتنے سخت تھے کسی شخص نے کوئی مسئلہ مخدوم محمد ہاشم سے لکھوا کر آپ کے استاد مخدوم محمد ضیاء الدین کے سامنے تصدیق کے لئے رکھا مخدوم محمد ضیا الدین کی رائے اس مسئلے میں مخدوم محمد ہاشم کے خلاف تھی اس لئے انہوں نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا رات کو مخدوم محمد ضیا الدین نے خواب میں دیکھا آنحضرت ؐ کو دیکھا فرمارہے ہیں مخدوم محمد ہاشم

نے جو فتوی دیا ہے وہ صحیح ہے تم اس پر دستخط کردو دوسرے دن مخدوم ضیاء الدین نے اس شخص کو بلایا اور فتوی پر دستخط کروائے اس کے بعد آپ کے پاس کوئی بھی مسئلہ آتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ فتوی مخدوم محمد ہاشم سے حاصل کرو وہ ہی صحیح فتوی دیتے ہیں

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مخدوم صاحب، صاحب تقوی و فتوی ہونے کے ساتھ عاشق رسولؐ تھے ان کی آنکھیں ہمہ وقت فراق اور حب رسولؐ میں نم رہتی تھیں جدائی اور فراق میں زبان حال سے کبھی باد صبا کو پیغمبر اسلام کے طرف پیغام بھیج کر اپنے دل کو تسلی دے کر دل کا سرور حاصل کرتے تھے انہوں نے عشق رسولؐ میں کافی قصائد بھی لکھے ہیں جن مین سے چند سطریں ان کے قصیدے کے ذیل میں پیش کرتے ہیں :۔

۱۔ ایا نسیم صبا ان ذرت روضته
سلم علی المصطفیٰ صاحب النعم

اے نسیم صبا اگر تیرا گذر پیغمبر اسلام کے روضہ مبارک سے ہو تو اس صاحب نعم مصطفےؐ کے روضے پر میرا بھی سلام کہنا۔

۲۔ وقف عند مضجعه فی مواجهة
وبلغ صلاتی وتسلیمی علیٰ روح اکرم

کھڑے ہو کر میرا صلواۃ و سلام ان کے پاک روح پر ھدیہ کرنا۔

۳۔ وقل یارسول اللہ ! عبد مقفر
غریق فی بحر السیئات ومفرم

اور عرض کیجئے یا رسول اللہ یہ گنہگار بندہ گناہوں کے گہرے دریاؤں میں غوطہ کھا رہا ہے۔

۴۔ یَلوذُ الیٰ جَنابكَ مستغیثا
وَ یشکو ذنوبًا کالجبال الاعاظم

اور آپ سے ہی توجہ اور مدد کا طالب ہے جبکہ گناہ پہاڑوں سے بھی بڑے ہیں۔

روحی فداک و انت حیاۃ روحی
وقرۃ عینی و الشفاء من السقم

میری جان آپ پر قربان ہو اور آپ میری روح کی حیات ہیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں میری بیماریوں کی شفاء ہیں۔

ان اشعار سے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کے دل میں کتنا عشق رسولؐ موجزن تھا

زہد و تقویٰ

جہاں تک مخدوم صاحب کے زہد کا تعلق ہے تو خود انکی زبانی سنئے آپ اپنے ایک قلمی بیاض میں رقم طراز ہیں چار ہزار کتب تکرار کردم چہار سخن اختیار کردم یکے آنکہ اے نفسِ من اگر اطاعت خدا تعالیٰ کن بکن والا رزق او مخور۔

میں نے چار ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ان سے چار باتیں چنیں اور اختیار کیں ایک یہ کہ اے نفس اگر خدا تعالی کی عبادت کرتے ہو تو کرو ورنہ اس کا رزق مت کھا۔

دوم آنکہ اے نفس من آنچہ خدا تعالی منع کردہ است' بپرھیز والا از ملک او دور شو۔

دوسرے یہ کہ اے میرے نفس جن باتوں سے خدا تعالی نے منع کیا ہے ان سے باز رہ ورنہ اس کی حکومت سے باہر نکل جا۔

سوئم آنکہ ای نفس من آنچہ قسمت ازلی بتو می رسد بدآن قانع باش والا خدا دیگر بطلب کہ قسمت تو زیادہ کند۔ تیسرا یہ کہ اے میرے نفس قسمت ازلی سے جو کچھ تجھے مل رہا ہے اس پر قناعت پذیر ہو ورنہ دوسرا خدا بناؤ جو تیری قسمت زیادہ کردے۔

چہارم آنکہ اے نفس من اگر گناہ کنی تا جائے پیدا کن کہ خدائے تعالیٰ ترا نہ بیند والا مکن ۔ اے میرے نفس اگر تو گناہ کا ارادہ کرے تو ایسی جگہ چن جہاں تجھے خدا تعالیٰ نہ دیکھ سکے ورنہ مت کر ۔

تصانیف

مخدوم محمد ہاشم نے درس و تدریس وعظ و نصیحت قضاء افتاء کے علاوہ تصنیف و تالیف کے کام کو بھی جاری و ساری رکھا کہتے ہیں کہ ان تحریروں کے علاوہ جو متفرق مسائل پر آپ نے تحریریں لکھی ہین ان کا تعداد ہزاروں سے بھی زیادہ ہے صرف آپ کی تصنیفات تین سو تک ہیں۔

مخدوم امیر احمد عباسی مقدمہ "بذل القوۃ فی سنن حوادث النبوۃ" میں لکھتے ہیں کہ آپ کے متفرق مسائل پر تحریریں ہزاروں سے بھی متجاوز ہیں
مخدوم صاحب نے خود اپنے رسالہ اتحاف الاکابر بمرویات الشیخ عبد القادر" کے ضمیمہ میں جن کو مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران ۱۱۳۶ھ مین تحریر کیا اور اس کی تسوید سے منگل ۲۶ شوال کو بوقت چاشت فارغ ہوئے اپنی تصانیف کا ذکر کیا ہے جن کی تعداد ۱۱۱ ایک سو گیارہ ہے جبکہ مخدوم امیر احمد نے مذکورہ کتاب کے مقدمہ میں مزید چودہ کتابوں کا ذکر کیا ہے اور نام لکھے ہیں یہ کتابیں مخدوم ہاشم صاحب کے مذکورہ رسالہ مین نہیں ہیں مخدوم محمد ہاشم کے پوتے میاں غلام محمد نے لکھا ہے کہ آپ کی عربی فارسی سندھی زبان مین ڈیڑھ سو سے زیادہ تصنیفات موجود ہیں۔
علامہ مخدوم محمد ہاشم ۱۱۳۶ھ میں جس رسالہ کو مکہ مکرمہ میں لکھ کر فارغ ہوئے اس وقت آپ کی عمر صرف ۳۲ برس کی تھی اس عمر میں آپ ۱۱۱ تصنیفات کر چکے تھے جس کا ذکر آپ نے اپنے ضمیمہ اتحاف الاکابر مین کیا ہے موصوف کی وفات ۱۱۷۴ھ میں ہوئی ہے ان تصانیف کے بعد اڑتیس برس زندہ رہے یقیناً اس عرصہ کے دوران جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ پردہ اخفا میں رہیں اس لئے ان کے تصنیفات کے تعداد میں اختلاف ہے مخدوم صاحب کی تصانیف میں سے صرف چند کتابیں شائع ہوئی ہیں باقی ابھی تک نادر الوجود ہیں یا بعض قلمی تصانیف بعض حکومتوں کے لائبریریوں یا بعض اہل علم حضرات کی لائبریریوں کی الماریوں کی زینت بنی ہوئی ہیں؛ جن سے استفادہ بھی ناممکن ہے
مخدوم صاحب کی تصانیف تفسیر حدیث، فقہ، اصول فقہ، سیرت اسماء الرجال۔ عقائد، تصوف، ذکرو اذکار، علم عروض، سیرت النبوی وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

وفات

مخدوم محمد ہاشم ؒ نے اپنی عمر عزیز کے ستر ۷۰ برس تعلیم و تدریس تصنیف تالیف عبادت و ریاضت میں بسر کرکے آٹھ رجب المرجب ۱۱۷۴ھ میں عالم فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرماگئے۔آپ کو مکلی کے مشہور قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا جہاں پر آج بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سموں

راجو نظامانی ٹھٹہ۔ ۱۔ جنوری ۱۹۹۴ء

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده
وعلى آله وصحبه ومن نحا نحوه

وبعد فيقول العبد المفتقر إلى رحمة ربه الغني محمد هاشم
بن عبد الغفور ، التتوى كان الله لـــه وبه ومعه فى كل وقت
وحين آمين .

انى قد سئلت عن الدعاء بعد الصلاة المكتوبة هل هى سنة
ام لا ؟ وأن الدعا بعد المكتوبة هل الا فضل فيه ان تكون الدعاء
قبل السنة المؤكدة فى الصلاة بعدها سنة أو بعدها ؟ .

فقلت : ان الدعاء بعد المكتوبة سنة مستحبة لا يحسن
تركها لا سيما فى حق الامام وجاز فيـــه ان يكون قبل السنة
الموكدة كما يجوز أن يكون بعدها والافضل أن يكون قبل السنة
ما لم يكن دعاء طويلا فوافقنى بعض فضلاء العصر على ذلك
وخالفنى بعضهم مستدلين بالروايات المنقولة من جواهر الفتاوى

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے،جو اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ صلوات وسلام اس نبی پاک پر، جس کے بعد کوئی نبی نہیں اور ان کے آل واصحاب اور ان کی اتباع کرنے والوں سب پر۔

رب غنی کی رحمت کا محتاج بندہ محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹوی ۔ ہمیشہ اللہ کی رحمت اس کے شامل حال رہے، کہتا ہے۔

مجھ سے سوال کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے کہ نہیں؟۔ اور وہ نماز جن میں فرض نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہے ان نمازوں میں فرض کے بعد دعا مانگنا سنت ہے یا نہیں؟۔

الجواب۔ بیشک فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت مستحبہ ہے اور کسی صورت میں بھی دعا کو ترک کرنا اچھا نہیں ہے خاص طور پر امام کے لئے۔ (چھوڑنا درست نہیں ہے)۔ فرض نماز کے بعد سنت مؤکدہ سے پہلے دعا مانگنا جائز ہے۔ جس طرح بعد میں جائز ہے۔ تاہم افضل یہ ہے سنت نماز سے پہلے ہو۔ بشرطیکہ دعاطویل نہ ہو۔ میرے زمانے کے بعض علماء نے اس مسئلے میں میری موافقت کی

والأشباه وغيرهما الآتية فى خاتمة هذه الرسالة القائلة بكراهة الدعا قبل السنة .

فكتبت هذه الرسالة واوردت فيها ما يدل على عدم كراهة الدعاء قبل السنة بل على انـه الا فضل من الاحاديث النبوية صلى الله تعالى على صاحبها نبينا محمد وسلم ومن الروايات الفقهية المعتمدة وشرعت فيها صبيحة ليلة الخميس التاسع عشر من شهر صفر المظفر سنة ١١٦٨ الف ومأة وثمان وستين من الهجرة النبوية على صاحبها افضل الصلوة واشرف السلام والتحية وسميتها "بـ التحفة المرغوبة فى أفضلية الدعاء بعد المكتوبة" وبنيتها على بابين وخاتمة الباب الاول فى ان اصل الدعاء بعد المكتوبة

اور بعض نے اختلاف کیا۔

مخالفین نے دلیل کے طور پر ان روایات کو پیش کیا جو جواہر الفتاویٰ اور الاشباہ یا ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہیں اور جن کا حوالہ دیا گیا ہے اور جن کو اس رسالے کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے ان روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرضوں کے بعد سنت نماز سے پہلے دعا مانگنا مکروہ ہے۔ میں نے اس رسالہ میں حضور اکرمؐ کی احادیث اور معتمد فقہاء کے مستند اقوال دلیل کے طور پر پیش کئے ہیں کہ فرض نماز کے بعد اور سنت نماز سے قبل دعا مانگنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا مانگنا ہی افضل ہے۔ میں نے اس رسالہ کو ۱۹ر صفر المظفر ۱۱۶۸ھ بروز جمعرات کو لکھنا شروع کیا اور اس کا نام " **تحفۃ المرغوبۃ فی افضلیۃ الدعاء بعد المکتوبۃ**" رکھا ہے۔

کتاب کے دو باب اور ایک خاتمہ ہے۔

باب اول میں ثابت کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا سنت مستحبہ ہے۔

باب دوئم میں ثابت کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد سنت مؤکدہ سے

سنة مستحبة ، الباب الثانی فی ان الدعاء بعد المکتوبة قبل السنة جائز بلا کراهة بل هو افضل من ان یکون بعد السنة ما لم یکن دعاءً طویلا ، الخاتمـه فی بیان الروایات التی استدل بها المخالفون و بیان حاصل هذه الرسالة .

الباب الاول

فی ان اصل الدعاء بعد المکتوبة سنة مستحبة وفیه فصلان .

الفصل الاول :

فی الاحادیث الواردة فی ان اصل الدعاء بعد المکتوبة سنة مستحبة فاقول مستعینا بالله العظیم قد اخرج الترمذی فی سننه والنسائی فی عمل الیوم واللیلة عن أبی امامة الباهلی رضی الله تعالی عنه

پہلے دعا مانگنا بلا کراہت جائز بلکہ افضل ہے۔ بشرطیکہ دعا لمبی نہ ہو اور خاتمہ میں وہ روایات بیان کی گئی ہیں جن سے مخالفین نے سنتوں سے پہلے دعا مانگنے کے مکروہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ نیز اس رسالہ کا خلاصہ بھی کرلیا ہے۔

فرض نماز کے بعد دعا سنت مستحب ہے۔ اس میں دو فصلیں ہیں۔

باب اول

فصل اول میں وہ احادیث پیش کی گئی ہیں، جن میں بتایا گیا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا سنت مستحب ہے۔ پس میں اللہ سے مدد لیتے ہوئے کہتا ہوں ۔ امام ترمذی نے اپنے سنن میں اور امام نسائی نے اپنے سنن اورابن سنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت ابو امامہ الباھلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

قال قيل يا رسول الله ﷺ أى الدعاء أسمع قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات » . قال الترمذى: هـذا حديث حسن قال العلامة عبد الحق الدهلوى : فى شرحه الفارسى (۱) على المشكاة إن ظاهر هذه العبارة إن المراد متصلا بالفرض انتهى

وأخرج البخارى (۲) فى تاريخه الأوسط عن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالى عنه " أن رسول الله ﷺ كان يدعو دبر كل صلاة ثلاثا ".

وأخرج مسلم عن ثوبان : « قال كان رسول الله ﷺ إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال « اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام » قيل للأوزاعى وهو أحد رواة الحديث : « كيف الاستغفار ؟

علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مقبول ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آدھی رات کے بعد اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح نے اپنی مشہور فارسی کتاب شرح مشکوات میں لکھا ہے کہ اس دعا سے مراد وہ دعا ہے جو فرض نماز کے بعد متصل پڑھی جاتی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ الاوسط میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد تین بار دعا مانگتے تھے۔

امام مسلم نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روات کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فراغت کے بعد تین بار استغفار پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے " اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ " (ترجمہ) اے اللہ تیرے لئے ہی سلامتی ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے۔ تو بڑی برکتوں کا مالک ہے اے جلال اور عزت کے مالک۔

امام اوزاعی رح جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں ان سے دریافت کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ کا استغفار کس طرح ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا آپ تین مرتبہ استغفر اللہ ۔ استغفر اللہ ۔ استغفر اللہ پڑھتے تھے۔ امام بخاری

« قال يقول استغفر الله ، استغفر الله، استغفر الله »

وأخرج البخاری ومسلم فی صحیحیهما وأبو داود والنسائی فی سننیهما عن المغیرة بن شعبة رضی الله عنه : « قال إن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان إذا فرغ من الصلاة وسلم قال لا إله إلا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیٔ قدیر اللهم لا مانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد » ولفظ البخاری فی کتاب الاعتصام : « انه ، صلی الله تعالی علیه وسلم کان یقول هذه الکلمات دبر کل صلاة » ولفظ البخاری أیضاً فی کتاب الصلاة : « دبر کل صلاة مکتوبة » فهذا بعمومه شامل للمکتوبة التی بعدها سنة، والتی لاسنة بعدها .

اور امام مسلم نے صحیحین میں اورنسائی اورابوداؤد نے اپنے سنن میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوجاتے تو یہ دعا مانگا کرتے کہ

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِىَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ"

(ترجمہ) ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جسے تو عطا کرے اسے کوئی منع کرنے والا نہیں اور جسے تو منع کرے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلے میں کوشش کرنے والے کو اس کی کوئی کوشش فائدہ نہیں دے گی۔

امام بخاری نے کتاب الاعتصام میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ ہر نماز کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ امام بخاری نے کتاب الصلواۃ میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ الفاظ فرمایا کرتے تھے

پس یہ الفاظ ہر اس نماز پر شامل ہیں جس کے بعد سنت ہے اور جس کے

وأخرج مسلم فى صحيحه وأبو داود والنسائى فى سننيهما عن عبد الله ابن الزبير : « أنه كان يقول دبر كل صلاة حين يسلم لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير ولا حول ولا قوة إلا بالله لا تعبدوا إلا إياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا إله إلا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون » قال ابن الزبير : « كان رسول الله ﷺ يهلل بهن دبر كل صلاة وزاد بعضهم " دبر كل صلاة مفروضة "

وأخرج البخارى ومسلم عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما :

بعد سنت نہیں ہے۔ مسلم نے اپنے صحیح میں اور ابوداؤد اور نسائی نے اپنے سنن میں عبد اللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ... دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ حِينَ يَسْلِمُ: (یہ دعا آپ ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد مانگا کرتے تھے)

لا اِلٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک وَلہ الحمد وہو علیٰ کل شیءٍ قَدِیْرٌ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ لاتعبدوا اِلّا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن... الخ (ترجمہ) ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کا ملک ہے اور اس کے لئے حمد وتعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ اسی کی نعمت ہے اور اسی کا فضل ہے اور اسی کے لئے ثنائے جمیل ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ (ہم نے اپنے دین کو اسی کے لئے) خالص کردیا اگرچہ کافروں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ (مسلم، نسائی اورابوداؤد) ابن زبیر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تھلیل (یعنی لاالہ الا اللہ) ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے اور بعض راویوں نے "دُبُرَ كُلِّ صلوٰۃٍ مفروضۃٍ"، کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ یعنی ہر فرض نماز کے بعد آپ یہ پڑھا کرتے تھے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

« إن رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد رسول الله ﷺ قال ابن عباس : « وكنت أعلم إذا انصرفوا بذلك إذا سمعته » وفى لفظ " قال ما كنا نعرف ، انقضاء صلاة رسول الله ﷺ إلا بالتكبير "

وقال الشيخ عبد الحق الدهلوى رحمه الله فى شرحه الفارسى على المشكاة أنه : « قال بعضهم أنهم كانوا يكبرون على عهد رسول الله ﷺ بعد الصلاة مرة واحدة أو ثلث مرات انتهى . »

وأخرج البخارى فى صحيحه فى أوائل كتاب الجهاد عن سعد بن أبى وقاص رضى الله تعالى عنه : « أن رسول الله ﷺ كان يتعوذ دبر كل صلاة بهؤلاء الكلمات اللهم إنى أعوذ بك

روایت کی ھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ فرض نماز کے بعدباواز بلند ذکر کرتے تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اتنا جانتا ہوں کہ آپ نماز سے فارغ ہوتے تو میں ان الفاظ کو سنتا تھا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کے اختتام کو نہیں جانتے تھے مگر باواز بلند اللہ اکبر کہنے سے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی مشکوات شریف کی فارسی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز کے بعد ایک مرتبہ یا تین بار اللہ اکبر پڑھا کرتے تھے۔ امام بخاری نے بخاری شریف کتاب الجھاد کے اوائل میں حضرت سعد بن ابي وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے۔

من الجبن وأعوذ بك من أن أردالى أرذل العمر وأعوذ بك من فتنة الدنيا وأعوذ بك من عذاب القبر » وأخرج أبو بكر بن شيبة فى مصنفه عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه : « قال كان رسول الله ﷺ عليه وسلم يقول إذا فرغ أحدكم من الصلاة فليقل اللهم إنى أسئلك من الخير كله ما علمت منه وما لم أعلم وأعوذ بك من الشر كله ما علمت منه وما لم أعلم اللهم اسئلك من خير ما سئلك به عبادك الصالحون وأعوذ بك من شر ما استعاذك منه عبادك الصالحون ربنا آتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ربنا إننا آمنا فاغفر لنا ذنوبنا وآتنا ما وعدتنا على رسلك ولا تخزنا يوم القيامة إنك لاتخلف الميعاد » .

(ترجمہ) اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اور اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں ارذل العمر کو پہنچوں اور تیری پناہ مانگتاہوں دنیا کے فتنہ اور پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے۔

ابوبکر بن شیبہ اپنے مصنف میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھکر فارغ ہو تو وہ یہ الفاظ کہے۔

(ترجمہ) اے اللہ میں آپ سے وہ تمام بھلائی چاھتا ہوں جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا۔ اور اس تمام برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ تمام بھلائی مانگتا ھوں جس کا تجھ سے تیرے نیک بندوں نے سوال کیااور ھر اس برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے نیک بندوں نے پناہ مانگی ہے۔ اے اللہ ہمیں دنیا اور آخرت میں نیکی عطا فرمااور عذاب دوزخ سے بچا۔ اے اللہ ہم تجھ پر ایمان لائے پس ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں وہ عطا فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ فرمانا۔ بیشک اللہ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

واخرج ابو داود والنسائی فی سننیهما وابو نعیم فی الحلیة عن معاذ بن جبل رضی الله تعالی عنه : « ان النبی ﷺ قال له اوصیك یا معاذ ولا تدعن ان تقول دبر کل صلاه اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك » ولفظ ابو نعیم « اعنی علی تلاوة القرآن وکثرة ذکرك الی آخره » .

وأخرج الامام احمد فی مسنده عن عبد الرحمن بن غنم رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : « من قال قبل أن ینصرف ویثنی رجلیه دبر صلاة المغرب والصبح لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد بیده الخیر یحیی ویمیت وهو علی کل شیئ

ابوداؤد اور نسائی نے اپنے سنن اور ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تجھے وصیت کرتا ہوں ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنے کی اور اسے کبھی نہ چھوڑنا۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (ترجمہ)

اے اللہ اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔ ابو نعیم کے الفاظ یہ ھیں : اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَکَثْرَةِ ذِکْرِكَ

ترجمہ : (اے اللہ میری مدد فرما قرآن مجید کی تلاوت اور کثرت ذکر پر) آخر تک۔

امام احمد نے اپنے مسند میں عبد الرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح اور مغرب نماز پر جانے سے پہلے دس مرتبہ یہ الفاظ پڑھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ ..... (ترجمہ) ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے ہر طرح کی حمد اور تعریف ہے۔ تمام بھلائیاں اسی کے هاتھ میں ہیں ۔ وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت

قدير عشر مرات كتب له بكل واحدة عشر حسنات ومحيت عنه عشر سيئات ورفعت له عشر درجات وكانت له حرزا من كل مكروه ولم يحل لذنب أن يدركه إلا الشرك وكان من أفضل الناس عملا إلا رجلا يفضله يقول أكثر مما قال

واخرج احمد والترمذی وقال حسن صحیح عن عبد الرحمن ابن عائش رضی اللہ عنہ ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم : « إن الله تعالى قال يا محمد اذا صليت فقل اللهم انى اسئلك فعل الخيرات وترك المنكرات وحب المساكين وان تغفرلى وترحمنى واذا اردت بعبادك فتنة

رکھتا ہے ـــــــ تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں' دس برائیاں مٹائی جاتی ہیں' دس درجے بلند کیے جاتے ہیں' ہر مکروہ چیز سے وہ محفوظ رہتا ہے' شرک کے علاوہ اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور ایسا شخص لوگوں میں عمل کے اعتبار سے افضل ہوتا ہے۔ سوائے اس شخص کے جو اس سے زیادہ ذکر کرتا ہو۔ امام احمد اور امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا اور اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

عبد الرحمٰن ابن عائش' معاذ بن جبل اور ابن عباس رضی اللہ عنھم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ نماز پڑھا کریں تو کہا کریں۔

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے تمام بھلائیاں اور تمام برایوں سے (اجتناب) اور مساکین کی محبت چاہتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرمالے اور مجھ پر رحم فرمااور جب تو اپنے بندوں کے بارے میں فتنہ کی بات کا ارادہ فرمائے تو (اس وقت) میرا روح قبض فرمالینابغیر کسی فتنہ اور آزمائش کے۔ اے اللہ میں تیری محبت اور ہر اس شخص کی محبت اور ہر اس عمل کی محبت کا سوال

فاقبضنی الیك غیر مفتون اللهم انی اسئلك حبك وحب من یحبك وحب عمـل یقربنی الی حبك « وزاد الترمذی عن ابی الدرداء رضی الله تعالی عنه مرفوعا : « اللهم اجعل حبك احب الی من نفسی واهلی ومن الماء البارد «

وأخرج ابن السنی (۴۳) فی عمل الیوم واللیلة، وابو الشیخ عن انس رضی الله تعالی عنه عن النبی ﷺ قال : « قل بعد کل صلاة بعد ما ترفع یدك اللهم الهی اله إبراهیم واسحاق ویعقوب واله جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتك فانی مذنب وتنفی عنی الفقرفانی متمسکن

کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کرلے۔

امام ترمذی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اس حدیث کو مرفوعاروایت کرتے ہوئے ان الفاظ کو زیادہ کیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ واھلی۔۔۔۔ (ترجمہ) اے اللہ میرے لئے اپنی محبت میرے اپنے نفس اور میرے اھل وعیال کے مقابلے میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور ابو الشیخ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز کے بعد ہاتھ اٹھاؤ توکہا کرو (ترجمہ) میرے اللہ اور حضرت ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے معبود اور حضرت جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل کے معبود میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دعا کو قبول فرما کیونکہ میں مجبور ومضطر اور پریشان حال ہوں اور یہ کہ تو میری میرے دین میں حفاظت فرما کیونکہ میں آزمائش میں مبتلا ہوں اور مجھے اپنی رحمت میں گھیر لے کیونکہ میں گنہگار ہوں اور یہ کہ تو میرے فقر وفاقہ کو دور فرما کہ میں مسکین ھوں۔

واخرج ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة ایضاً عن ابی امامة رضی الله تعالی عنه : « أنــه قال مادنوت من رسول الله ﷺ فی دبر کل صلاة مکتوبة ولا تطوع الاسمعته یقول اللهم اغفرلی ذنوبی وخطایای کلها اللهم انعشنی واجبرنی واهدنی لصالح الاعمال والاخلاق انه لا یهدی لصالحها ولا یصرف سیئها إلا أنت »

واخرج ابن السنی ایضاً والطبرانی فی الاوسط عن انس رضی الله تعالی عنه کان النبی ﷺ « اذا انصرف من الصلاة » ولفظ الطبرانی : « اذا سلم من الصلاة یقول اللهم أجعل خیر عمری آخره وخیر عملی خاتمــه وخیر ایامی یوم القاك »

ابن سنی نے بھی عمل الیوم واللیلہ میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں جب کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، آپ کو ہر فرض اور نفل نماز کے بعد یہ دعا مانگتے ہوئے سنتا۔ اللّٰھم اغفرلی ذنوبی وخطایای کلھا اللّٰھُمَّ انعشنی واجبرنی واھدِنی لصالح الاعمال والاخلاق انہ لا یھدی لصالحھا ولایصرف سیئھا الا انت (ترجمہ) اے اللہ میرے سارے گناہ اور سب خطائیں معاف فرما۔ اے اللہ مجھے نیک اعمال اور اخلاق کے لئے سرگرم فرمااور ان پر مجھے مجبور فرما اور ان کی طرف مجھے ہدایت عطا فرما۔ کیونکہ نیکی کی طرف ہدایت اور برائی سے حفاظت تو ہی فرما سکتاہے۔

ابن سنی اور طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز سے فارغ ہوتے تھے اور طبرانی کے یہ الفاظ ہیں کہ جب آپ نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمُرِیْ ....

قلت : الاحاديث الواردة فى الدعاء والذكر بعد الصلاة مطلقا أو بعــد المكتوبة سوى ما ذكرنا ايضاً كثيرة غزيرة مذكورة فى الحصن الحصين لابن الجزرى وعمل اليوم والليلة لابن السنى والكلم الطيب للسيوطى وغيرها لكنى اقتصرت منها على هذا القدر فيها للمومن العامل كفاية وايضاً قد ورد فى الحديث الانكار على من ترك الدعاء بعد الصلاة .

فقد أخرج أبو داود وابن ماجه عن المطلب بن أبى وداعة رضي الله عنه قال رسول الله ﷺ: «الصلاة مثنى مثنى وتشهد فى ركعتين وتباءس وتمسكن وتقنع يديك وتقول اللهم اغفرلى فمن لم يفعل ذلك فهو خداج» قوله وتشهد فى كل ركعتين تفسير لقوله مثنى كما فسر به

(ترجمہ) اے اللہ میری آخری عمر کو بہترین فرما اور میرا خاتمہ بالخیر فرما اور میرے بہترین ایام وہ فرما جو تیرے ساتھ ملاقات کے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ مطلق نماز کے بعد یا فرض نماز کے بعد دعا اور ذکر کے لئے ہم نے جن احادیث کو بیان کیا ہے' ان کے علاوہ ابن الجزری کے حصن حصین ' ابن السنی کے عمل الیوم واللیلہ اور سیوطی کے الکلم الطیب وغیرہ میں بہت سی احادیث مذکور ہیں لیکن میں نے ان احادیث پر اختصار کیا ہے' جو کسی بھی مومن کے عمل کے لئے کافی ہیں۔ نیز اسی طرح نماز کے بعد دعا کے ترک کو ناپسند کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابو داؤد اور ابن ماجہ مطلب بن ابی وداع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں - نماز دو رکعت کی ہوتی ہے اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے۔ خشوع و خضوع اور عاجزی اختیار کرو اور ہاتھ اٹھاکر یہ دعا مانگو: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ"، فمن لم يفعل ذلك فهو خداج (ترجمہ) اے اللہ میری مغفرت فرما اور جو ایسا نہیں کریگا وہ نقصان میں رہتا ہے۔

الامام أبو حنيفة رحمه الله لفظ مثنى مثنى فى حديث صلاة الليل مثنى مثنى وقوله وتشهد المذكور وما عطف عليه من قوله تباءس وتمسكن افعال مضارعة حذفت منها احدى التائين تخفيفا وقوله تباءس اى تخضع فى الدعاء من البؤس بمعنى الخضوع واظهار الفقر والحاجة وقوله تمسكن اى تظهر المسكنة والتضرع فى دعائك وقوله وتقنع بديك اى ترفعها من الاقناع قاله فى النهاية وقوله خداج اى ناقص ومعلوم ان الامر برفع اليد فى الدعاء دليل على ان المراد بهذا الدعاء الدعاء بعد السلام اذا الدعاء قبل السلام ليس فيه رفع اليدين ولم يقل بذالك احد وقال فى مفاتيح الجنان شرح شرعة الاسلام: انه روى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما

ہر دو رکعت کے بعد تشہد گویا کہ تفسیر ہے مثنیٰ کی جیسا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مثنیٰ سے مراد رات کی نماز ہے۔ یعنی رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے۔ اس میں تشہد ہے تباؤس ہے تمسکن ہے تقنع ہے۔ یہ مضارع کا افعال ہیں تخفیف کی خاطر ایک تا کو حذف کیا گیا ہے۔ تباؤس کے معنیٰ دعا میں عاجزی کرنے کے ہیں۔ البئوس بمعنیٰ خضوع کرنا اور اپنی حاجت اور فقر کا اظہار کرنا اور تمسکن کے معنیٰ ہیں اپنی عاجزی اور مسکینی کا دعا میں اظہار کرنا اور تقنع دعا میں ہاتھ بلند کرنا ہے۔ یہی صاحب النہایہ نے لکھا ہے اور خداج کے معنیٰ ہیں ناقص۔ دعا میں ہاتھ بلند کرنے کے حکم سے معلوم ہوا کہ یہ وہ دعا ہے جو سلام کے بعد پڑھی جاتی ہے کیونکہ جو دعا سلام سے پہلے ہے اس میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے اور نہ ہی کسی نے ایسا کہا ہے۔

مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

ان النبی ﷺ قال : « ومن لم يفعل ذالك فهو خداج ثم فسر الحديث فقال: اى من لم يدع بعد الصلاة رافعا يديه الى ربه مستقبلا ببطونهما وجهه ولم يطلب حاجاته فما فعله من الصلاة ناقصة عند الحق سبحانه وتعالى كذا حققه فى التنوير انتهى ما فى مفاتيح الجنان .

واخرج ابو داؤد عن ابى رمثة رضى الله تعالى عنه : قال صلى نبى الله ﷺ ، ثم انفتل فقام الرجل الذى ادرك معه التكبيرة الاولى من الصلاة يشفع فوثب عمر فاخذ بمنكبه ثم قال اجلس فانه لن يهلك اهل الكتاب الا انه لم يكن بين صلاتهم فصل فرفع النبى ﷺ بصره فقال « اصاب الله بك يا ابن الخطاب » واورد هذا الحديث صاحب المشكاة فى باب

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ایسا نہیں کرتا وہ نقصان میں ہے۔ حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے آگے فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز کے بعد ہاتھوں کو اٹھاکر اپنے معبود سے دعا نہیں مانگتا اور اپنی حاجت طلب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ نماز ناقص ہے۔ اسی طرح تنویر اور مفاتیح الجنان میں ہے۔ امام ابو داؤد نے ابی رمثہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور نماز سے فارغ ہوکر ایک طرف ہوئے تو ایک شخص جو تکبیر اولیٰ میں آپ کے ساتھ نماز میں شریک تھا بغیر دعا کے اٹھ کر کھڑا ہوا اور وقفہ کے بعد نماز پڑھنے لگا۔ تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس کو کندھے سے پکڑ کر بٹھایا اور فرمایا کہ اهل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ہلاک کیا کہ ان کی نمازوں میں فصل نہیں ہوتا تھا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ اے ابن خطاب اللہ تیرے ذریعے سے سیدھی راہ دکھائے۔ اس حدیث کو

الذكر بعد الصلاة وقال العلامة عبد الحق الدهلوی رحمه الله فی شرحه الفارسی علی المشكاة « آوردن مصنف این حدیث رادر این باب دلالت دارد برآنکه مراد بعدم فصل ترك ذكر بعد از نماز باشد یعنی بعد از نماز فرض باید كه ذكری بكند از آنچه وارد شده است در حدیث دیگر بعد ازآن بر خیزد بس این حدیث دلالت دارد برعدم وصل تطوع بفریضه انتهی » .

وقال الدهلوی أیضاً فی شرحه العربی علی المشكاة ما حاصله أنه یجوز أن ما كان ما ثوراً فی الأحادیث من الأدعیة لا یوجب قرأتها كراهة تأخیر السنة انتهی .

وقال فی الفتاوی الصوفیة ناقلا عن تفسیر البستی عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما إنه قال : " لم یعذر أحد فی ترك الذكر والدعاء بعد الصلاة ما لم یكن مغلوباً علی عقله انتهی " .

صاحب مشکوات نے الذکر بعد الصلواۃ میں بیان کیا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مشکوٰۃ شریف کی فارسی شرح میں لکھا ہے کہ مصنف کا اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے سے مراد یہ ھے کہ فرض نماز کے بعد ذکر کرنا چاہیے۔ ذکر کے بعد اٹھنا چاہیے۔ پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فرض اور نوافل میں وصل نہیں کرنا چاہیے۔ نیز شیخ عبدالحق نے مشکوٰۃ شریف کی عربی شرح میں لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ دعائیں جو احادیث سے ثابت ہیں، ان کو اس لئے نہ چھوڑنا چاہیے کہ ان کے پڑھنے سے سنت میں تاخیر ہوگی۔

" فتاویٰ صوفیہ" میں تفسیر البستی سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ نماز کے بعد دعا اور ذکر کو وہی شخص چھوڑ سکتا ہے جس کی عقل پر کوئی چیز غالب آگئی ہو۔" فتاوی الحجۃ" میں

وقال فى الفتاوى الحجة : " وجاء فى الخبر أنه قال النبى ﷺ من استغفر بعد كل صلاة مكتوبة عشر مرات غفر الله له ذنوبه وإن كان أكثر من رمل عالج انتهى" .

عالج بكسر اللام موضع بديار العرب فيه رمال كثيرة متراكمة متواصلة يتصل اعلاها بالدهناء بقرب اليمامة وأسفلها بنجد وهو موضع يسع مسافة أيام كثيرة حتى قال البكرى رمل عالج يحيط بأكثر أرض العرب .

وقال الفقيه أبو الليث فى كتابه التنبيه فى باب الدعوات "ويروى من دعى بهذه الكلمات الخمس دبر كل صلاة كتب من الأبدال اللهم أصلح أمة محمد اللهم ارحم أمة محمد اللهم فرج عن أمة محمد اللهم اغفر لأمة محمد اللهم سلم أمة محمد وللجميع من آمن بك انتهى .

ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے فرض نماز کے بعد دس مرتبہ مغفرت کی دعا مانگی' اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیگا' چاہے وہ عالج کے ریت سے بھی زیادہ کیوں نہ ہوں۔

عالج میں لام کے نیچے زیر ہے۔ یہ عرب کا ایک علاقہ ہے۔اسکے اوپر کا علاقہ یمن سے ملتا ہے اور نیچے کا حصہ نجد ہے۔ اس میں ریت اور کنکر کے حصے بہت زیادہ ہیں۔ یہ بہت وسیع اور کئی دن کی مسافت کا علاقہ ہے۔ البکری نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ رمل عالج عرب کے اکثر حصوں کو احاطہ کرتا ہے۔

فقیہ ابو اللیث نے اپنی کتاب تنبیہ فی باب الدعوات میں ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہر فرض نماز کے بعد یہ پانچ کلمات کہے' اس کا نام ابدالوں میں لکھا جاتا ہے۔

وقد أخرج عبد بن حميد ، وابن جرير ، وابن المنذر ، وابن أبي حاتم ، وابن مردويه من طرق عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما فى قوله تعالى: "فاذا فرغت فانصب" قال : إذا فرغت من الصلاة فانصب إلى ربك بالدعاء واساله حاجتك .

وأخرج ابن أبي الدنيا عن عبد الله ابن مسعود رضى الله تعالى عنهما فاذا فرغت من الصلاة فانصب إلى الدعاء وإلى ربك فارغب فى المسئلة .

وأخرج الفريابى ، وعبد بن حميد ، وابن جرير ، وابن أبى حاتم عن مجاهد فاذا فرغت فانصب قال إذا صليت فأجتهد فى الدعاء والمسئلة .

اللهم اصلح امة محمد..... (ترجمہ) اے اللہ امت محمدیہ کی اصلاح فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ پر رحم فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ (سے عذاب کو) دور فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ کی مغفرت فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ اور ان سب کو جو تجھ پر ایمان لائے ان کو سلامتی عطا فرما۔ (آخر تک)۔۔ عبد بن حمید' ابن جریر' ابن منذر' ابن ابی حاتم' ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ...... کی تفسیر بیان کی ہے کہ جب نماز سے فارغ ہوجاؤ تو دعا کی طرف توجہ کرو اور اپنی حاجات طلب کرو۔ ابن ابی دنیا عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ فَرَغْتَ فَانْصَبْ کا ترجمہ ہے جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو دعا کے لئے کھڑے ہوجاؤ۔ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ "اور اپنے رب سے التجا کرو"۔ فریابی نے عبد بن حمید' ابن جریر' ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ "فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" کا مطلب ہے جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تب دعا اور اپنی حاجات میں مصروف ہوجاؤ۔ عبد الرزاق نے عبد بن حمید'

وأخرج عبد الرزاق ، وعبد بن حميد ، وابن جرير ، وابن المنـذر وابن نضر ، عن قتادة « فاذا فرغت فانصب قال : إذا فرغت عن صلاتك فانصب فى الدعاء .

وأخرج عبد بن حميـد ، وابن نضر ، عن الضحاك فاذا فرغت فانصب قال : إذا فرغت من الصلاة المكتوبة فارغب إلى ربك فى المسئلة والدعاء وذكر فى عمدة الأبرار ناقلا عن صلاة المسعودى أنـه قال النبى ﷺ بعـد كل فريضة دعوة مستجابة

وقال فى تاج المصادر فى باب التفعيل إنه ورد فى الحديث " من عقب فى صلاة فهو فى صلاة " معنـاه ، من جلس بعد الصلاة للذكر والدعاء فهو فى الصلاة يعنى فى الثواب والأجر انتهى .

وقال العلامة ابن رسلان الرملى فى تهذيب الأذكار له بعد

ابن جریر، ابن المنذر، ابن نضر نے قتادہ سے تفسیر بیان کی ہے "فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ جب نماز سے فارغ ہوجاؤ تو دعا کے لئے متوجہ ہوجاؤ۔ عبد بن حمید نے اور ابن نضر نے ضحاک سے "فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" کی تفسیر بیان کی ہے کہ جب فرض نماز سے فارغ ہوجاؤ تب اللہ سے دعا اور اپنی حاجات میں مصروف ہوجاؤ "عمدہ الابرار" نے صلوٰۃ المسعودی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر فرض کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ تاج المصادر باب التفعیل میں حدیث ہے کہ جو نماز کے بعد بیٹھا رہے وہ بھی نماز میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز کے بعد ذکر اور دعا میں مصروف ہے گویا کہ وہ نماز میں ہے۔ یعنی ثواب اور اجر میں شریک ہے۔

علامہ ابن رسلان الرملی نے تہذیب الاذکار میں بھی یہی لکھا ہے۔ حدیث میں جو

ذكر هـذا الحديث " أن التعقيب فى الصلاة هو الجلوس بعد انقضاءها للدعاء " انتهى .

وقال فى تفسير العمدة ناقلا عن الأحاديث الأربعين للأمام الزاهد المروزى أنه قال النبى ﷺ : " من قرء آية الكرسى فى دبر كل صلاة مكتوبة لم يكن بينه وبين الجنة حجاب إلا أن يموت ويدخل الجنة " .

وقـال الشمس الجزرى فى الحض الحصن " من قرءآية الكرسى دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة إلا أن يموت " رواه النسائى وابن حبان فى صحيحه وابن السنى فى عمل اليوم والليلة زاد الملاعلى قارئ فى شرحه على الحصن الحصين رواه الطبرانى أيضاً كلهم عن أبى إمامة . وقال فى أصول الصفار

نماز کے بعد عقب آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ختم کرنے کے بعد دعا کے لئے بیٹھ جائے۔ تفسیر العمدة نے امام زاحد المروزی کی احادیث اربعین نقل کی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیہ الکرسی کی تلاوت کی اس شخص اور جنت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔ سوائے اس کے کہ وہ مرجائے اور جنت میں داخل ہوجائے۔ الشمس الجزری نے حصن حصین میں لکھا ہے کہ جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیہ الکرسی کی تلاوت کی اسکو جنت میں داخل ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا مگر یہ کہ وہ انتقال کرے۔

امام نسائی اور امام حبان نے اپنی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے ابن سنی نے عمل الیوم و اللیلہ، ملا علی قاری نے شرح حصن حصین میں اس کے علاوہ طبرانی نے ان تمام نے ابی امامہ سے روایت کیا ہے۔اصول الصفار میں ابن عباس

روى عن ابن عباس عن رسول الله ﷺ أنه قال من صلى ودعا بهولاء الدعوات اللهم اغنى بالعلم وزينى بالحلم وأكرمنى بالتقوى وجملنى بالعافية كتبت صلاته بأربع مائة صلاة انتهى".

الفصل الثانى

فى ذكر الروايات الفقهية الواردة فى أن أصل الدعاء بعد المكتوبة سنة مستحبة.

فأقول قال شرعة الإسلام ويغتنم أى المصلى الدعاء بعد المكتوبة انتهى.

قال فى مفاتيح الجنان شرح شرعة الإسلام قوله بعد المكتوبة أى قبل السنة انتهى.

وقال فى نور الأيضاح وشرحه المسمى بأمداد الفتاح ثم بعد الفراغ عن الصلاة يدعو الإمام لنفسه والمسلمين رافعى

سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ جس نے نماز پڑھی اور ان کلمات سے دعا مانگی:

اللّٰهم اغنني بالعلم..... (ترجمہ) اے اللہ مجھے علم سے نواز اور مجھے حلم کے ساتھ مزین کر اور تقویٰ کے ذریعے مجھے عزت دے اور عافیت کے ساتھ مجھے رہنے دے۔ تو اس کے لئے ایک نماز چار سو نمازوں کے برابر لکھی جاتی ہے۔

الفصل الثانی

ان فقہی روایات کا ذکر جن میں یہ وارد ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا سنت مستحب ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ صاحب شرعة الاسلام نے لکھا ہے کہ نمازی فرض نماز کے بعد دعا طلب کرے۔

مفتاح الجنان شرح شرعة الاسلام میں ہے کہ فرض نماز کے بعد کا مطلب ہے سنت سے پہلے۔ نور الایضاح اور اس کی شرح امداد الفتاح میں ہے کہ امام

أيديهم حذاء الصدر وبطونها مما يلي الوجه بخشوع وسكون ثم يمسحون بها وجوههم فى آخره أى عند الفراغ من الدعاء انتهى .

وقال العلامة ابن رسلان الرملى فى كتاب تهذيب الأذكار له أنه قد أجمع العلماء على استحباب الذكر والدعاء بعد الصلاة وجاءت فيه أحاديث كثيرة انتهى .

وقال فى الفتاوى الصوفية ناقلا عن البستى أنه قال فى تفسيره فى تفسير قوله تعالى فاذا قضيتم الصلاة فأذكروا الله قياما وقعوداً وعلى جنوبهم الآية أى أذكروا الله تعالى وأدعوا له بعد الفراغ من الصلاة انتهى .

نماز کے بعد ہاتھوں کو سینے کے برابر اٹھا کر اپنے لئے اور ان تمام مسلمانوں کے لئے جو اس کے سامنے ہیں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا مانگے گا اور دعا کے بعد وہ تمام لوگ ان ہاتھوں کو اپنے چہرے سے مسح کریں گے (تو ان کی مغفرت ہوگی)۔ علامہ ابن رسلاں الرملی نے اپنی کتاب تھذیب الاذکار میں لکھا ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ نماز کے بعد دعا اور ذکر مستحب ہے اور اس کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ فتاویٰ الصوفیہ نے البستی سے نقل کیا ہے اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو قرآن کریم میں ہے :
فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ ...... (ترجمہ) اور جب تم نماز ادا کرو تو اللہ تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر یاد کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز سے فراغت کے بعد اللہ سے دعا کریں اور ذکر اذکار کریں۔ فتاویٰ الصوفیہ نے جامع المضمرات فی باب صلوٰۃ الکسوف سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

وقال فى الفتاوى الصوفية أيضاً ناقلا عن جامع المضمرات فى باب صلاة الكسوف وناقلا عن التحفة أن من السنة الأدعية بعد الفراغ من الصلاة لقوله تعالى فاذا فرغت فانصب وإلى ربك فارغب انتهى .

وقال الفقيه ابو الليث فى بستانه فى آداب الوضوء والصلاة أنه إذا فرغ المصلى من صلاته ينبغى أن يدعو الله تعالى لنفسه ولوالديه ولجميع المسلمين والمسلمات انتهى .

وقال فى فوائد الجامع الصغير فى باب التكبير فى الصلاة فى موضع ذكر التحميد وانواع التحميد أن الدعاء موضعه آخر الصلاة قال الله تعالى فاذا فرغت فانصب أى للدعاء انتهى .

وقال فى المنافع فى قوله تعالى فاذا فرغت فانصب أى إذا فرغت من صلاتك فاجتهد فى الدعاء وإلى ربك فارغب فاجعل

ترجمہ) پھر جب تم فارغ ہوجاؤ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔ فقیہ ابوالليث اپنی بستان کے باب آداب وضو اور نماز میں لکھتے ہیں کہ امام جب نماز سے فارغ ہو تو اسے چاہئے کہ اللہ سے اپنے اور اپنے والدین ' تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرے۔ فوائد جامع صغیر میں تکبیر فی الصلوٰۃ کے باب میں حمد اور حمد کی اقسام کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ دعا نماز کے آخر میں پڑھی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" یعنی دعا کے لئے متوجہ ہوجاؤ۔ المنافع میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ "فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو دعا میں مشغول ہوجاؤ۔

اپنے رب کی طرف خصوصی رغبت کرو اور اللہ تعالیٰ سے اپنے فضل کے علاوہ

اليدين ومسح الوجه بعد الفراغ انتهى .

قلت فثبت بجميع ما ذكرنا فى هذين الفصلين من الاحاديث النبوية والروايات الفقهية ان الدعاء بعد المكتوبة سنة فان قيل قد ذكر الشيخ عبد الحق الدهلوى رحمه الله فى شرحه على الصراط المستقيم ما لفظه : " اما اين دعا كه ائمه مساجد بعد از سلام نماز ميكنند ومقتديان آمين آمين ميكويند جنانكه الآن در ديار عرب وعجم متعارف ست از عادت بيغمبر ﷺ نبود ودرين باب هيج حديثى ثابت نشده وبدعتى است مستحسن انتهى .

فما الجواب عنه ؟ قلت الجواب عنه على وجوه الوجه الاول انه قال العلامة فتح محمد بن الشيخ عيسى الشطارى صاحب مفتاح الصلاة فى كتابه المسمى بفتوح الاوراد ما حاصله ان الشيخ عبد الحق انما حكم بكونه بدعة لانه لم يطلع على الاحاديث

اپنے چہرے پر مسح کرنا اور دعا مانگنا مسنون طریقہ ہے۔

میں کہتا ہوں ان دونوں فصلوں میں ہم نے جو احادیث نبویہ اور فقہاء کے اقوال نقل کئے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے۔ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح صراط المستقیم میں لکھا ہے ائمہ مساجد سلام کے بعد دعا مانگتے ہیں اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں اور یہ طریقہ اب عرب و عجم میں متعارف اور مشہور ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ نہ تھا اور اس باب میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے اور یہ بدعت حسنہ ہے تو اس کا کیا جواب ہے۔

میں کہتا ہوں اس کے کئی جوابات ہیں۔ پہلا یہ کہ علامہ فتح محمد بن شیخ عیسیٰ الشطاری صاحب مفتاح الصلوٰۃ اپنی کتاب فتوح الاوراد میں لکھتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ شیخ عبد الحق نے اس کو بدعت کہا ہے کیونکہ وہ ان

رغبتك إليه خصوصاً فلا تسأله إلا فضله انتهى .

وقال فى المبسوط فأذا فرغت من الصلاة فارغب للدعاء إلى الله تعالى فإنه أقرب إلى الإجابة انتهى .

وقال العلامة العينى الحنفى فى شرحه على البخارى فى باب الذكر بعد الصلاة عقيب ذكر حديث أبى هريرة رضى الله تعالى عنه أن من فوائد هذا الحديث استحباب الذكر عقيب الصلاة لانها اوقات فاضلة يرتجى فيها اجابة الدعاء انتهى

وقال فى فتوح الاوراد: " این دست برداشتن بعد از نماز ودعا کردن سنت است مستحبة چنانکه از احادیث مستفاد میشود ودر احادیث صحیحه مقرر شده که دعا بعد از مکتوبة قبول است واز حدیث صحاح ستة معلوم میشود که طریقه دعا دست برداشتن بکیفیت متعارفه است " انتهى .

وقال فى شرح توزيع الاوقات ناقلا عن العقائد السنية وعن منهج العمال ان الدعاء بعد الصلاة المكتوبة مسنون وكذا رفع

کچھ نہ مانگو۔ المبسوط میں ہے کہ جب نماز سے فارغ ہوجاؤ تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کیونکہ یہ مقبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ علامہ عینی الحنفی نے بخاری شریف کی شرح باب ذکر بعد الصلوٰۃ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد میں لکھاہے کہ اس حدیث سے فائدہ یہ ہے کہ نماز کے بعد ذکر کرنا مستحب ہے اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

فتوح الاوراد میں ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعامانگنا سنت مستحب ہے اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور صحاح ستہ کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر متعارف طور پر دعا مانگنے کا طریقہ ہمیشہ متواتر رہا ہے۔ شرح توزیع الاوقات نے عقائد النسفیہ اور منہج العمال سے نقل کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھوں کو اٹھاکر

المرویه فی الصحاح الستة وغیرها الواردة فی الادعیة الماثورة بعد الصلاة انتهی .

ولهذا قال درین باب هیچ حدیثے وارد نشده، الوجه الثانی أنه ای الشیخ عبد الحق ان ارادان اصل الدعاء بعد الصلاة بدعة فلاریب ان قوله غیر صحیح لکونه مردوداً بجمیع ما ذکرنا فی هٰذین الفصلین من الاحادیث النبویـــة والروایات الفقهیة الدالة علی سنیة الدعاء بعد المکتوبة .

الوجه الثالث انه ای الشیخ عبد الحق ان ارادان الدعاء بعد الصلاة بهذه الکیفیة المخصوصة من رفع الیدین وقول آمین آمین من المقتدین بدعة فهو غیر صحیح ایضاً لان رفع الیدین من

صحاح ستہ کی احادیث سے مطلع نہ ہوئے جو دعا ماثورہ کے بارے میں صحاح وغیرہ میں آئی ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے۔

دوسرا جواب

شیخ عبد الحق محدث اس کو بدعت کہتے ہیں اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز کے بعد دعا کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ بدعت ہے تو بلاشبہ ان کا یہ قول قابل رد ہے اور غیر صحیح ہے کیونکہ دو فصلوں میں احادیث نبوی اور فقہاء کے بہت سے اقوال ہم نے ذکر کئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتاہے کہ فرض نماز کے بعد دعا سنت مستحبہ ہے۔

تیسرا جواب اگر شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس مخصوص کیفیت کو بدعت کہا ہے جس میں لوگ ہاتھوں کو اٹھائیں اور آمین آمین کہیں تو یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

سنن الدعاء ومسح الوجه باليدين بعد الدعاء من سنن الدعاء ايضاً وقول آمين آمين من السامعين من سنن الدعاء ايضاً وان كانت هذه الامور سنناً مستحبة لا موكدة والامر المركب من السنن المائورة لا يصح القول بكونه بدعة اما كون رفع اليدين سنة الدعاء . فثابت بالاحاديث النبوية والروايات الفقهية أما الاحاديث فنها ما أخرجه أبو داؤد عن خلاد بن السائب عن أبيه أو عن السائب بن يزيد عن ابيه قال كان رسول الله ﷺ اذا دعا رفع يديه ومسح وجهه بيديه ورواه الطبرانى فى معجمه الكبير

وقال عن خلاد بن السائب عن ابيه ومنها ما رواه الترمذى عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه قال كان رسول الله ﷺ إذا رفع يديه فى الدعاء لم يحطها حتى يمسح بهما وجهه وروى

ہاتھوں کو اٹھانا لوگوں کا آمین آمین کہنا اور ہاتھوں کو چہرے پر ملنا یہ تمام دعا کے مسنون طریقے ہیں اور سنت مستحبہ ہیں نہ کہ مؤکدہ جو امر سنت ماثورہ سے مرکب ہو اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں ہے اسی طرح ہاتھوں کو اٹھانا بھی مسنون ہے۔ احادیث نبوی اور فقہا کی روایات سے ثابت ہے۔

چنانچہ ان روایات میں سے وہ ہے جو ابو داؤد نے خلاد بن سائب اور وہ اپنے باپ سے یا سائب بن یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تھے تو ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور اپنے چہرہ پر مسح کرتے تھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے معجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے خلاد بن سائب نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ رسول اللہ جب بھی دعا مانگتے تھے تو ہاتھوں کو ایسے ہی نہیں چھوڑتے تھے بلکہ انکو چہرہ پر مسح کرتے تھے۔ ابو داؤد نے ابن عباس سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابن

أبو داؤد عن ابن عباس عن النبی ﷺ نحوه ومنها ما قال ابن الجزری فی الحصن الحصین ان من آداب الدعاء رفع الیدین رواه الجماعة یعنی أصحاب الکتب الستة وان یکون رفعها حذو المنکبین رواه الامام أحمد فی مسنده وأبو داؤد فی سننه وأبو بکر بن أبی شیبة فی مصنفه ومنها ما روی ابن عباس رضی الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال المسئلة ان ترفع یدیك حذو منکبیك أو نحوهما رواه أبو داؤد والللفظ له والحاکم فی المستدرك ومنها ما روی عن علی رضی الله عنه قال: قال النبی ﷺ رفع الایدی من الاستکانة التی قال: " فما استکانو لربهم وما یتضرعون والاحادیث فی رفع الیدین عند الدعاء کثیرة شهیرة.

الجزری نے حصن حصین میں لکھا ہے کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا تو دعا کے آداب میں سے ہے۔
اسکے علاوہ صحاح ستہ میں راویوں کی ایک بڑی جماعت نے اس کو روایت کیا ہے کہ دعا میں کاندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔
چنانچہ امام احمد نے اپنے مسند میں اور ابوداؤد نے اپنے سنن میں' ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دعا کا طریقہ یہ ہے کہ کاندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے جائیں۔ اس کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ اسی طرح حاکم نے متدرک میں حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ؐ نے ارشاد فرمایا کہ عاجزی کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھاؤ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی۔
" فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ (ترجمہ) پھر اپنے رب کے لئے نہ جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی۔ دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں بہت مشہور روایتیں موجود ہیں۔

واما الروايات الفقهية فنها ما قال فی القنية المستحب ان يرفع يديه عند الدعاء بحذاء صدره كذا روی ابن عباس من فعل النبی ﷺ انتهی .

ومنها ما [illegible] العلامة الشيخ رحمة الله السندی فی منسكه المتوسط من آداب الدعاء رفع اليدين للدعاء وتكرار الدعاء ثلاثا وافتتاحه بالحمد والصلاة انتهی .

وقال الملا علی قاری فی شرحه علی ذلك المنسك ان هذه الثلاثة من مستحبات مطلق الدعاء انتهی .

وقدمنا آنفا نقلا عن العقائد السنية ومنهج العمال ما هو صريح فی سنية رفع اليدين فی الدعاء بعد المكتوبة .

وكذا قدمنا آنفا عن شرعة الاسلام وشرحه امداد الفتاح فهو صريح فی مطلوبية رفع اليدين بعد الفراغ من الصلاة .

اور (اس سلسلہ میں) جہاں تک فقہاء کی روایات کا تعلق ہے القنیہ نے کہا ہے کہ دعا کرتے ہوئے سینے کے سامنے ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ اسی طرح ابن عباس رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل روایت کیا ہے۔

علامہ شیخ رحمہ اللہ سندھی نے (ابن قاضی عبداللہ السندھیؒ نے) منسک میں کہا ہے کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا، تین مرتبہ دعا مانگنا دعا کو حمد و صلوٰۃ سے شروع کرنا۔ یہ تمام چیزیں آداب دعا میں سے ہیں۔ ملا علی قاری نے المنسک کی شرح میں لکھا ہے کہ تینوں چیزیں دعا کے مستحبات میں سے ہیں۔

اسی طرح ہم "عقائد سنیہ" اور منہج العمال سے واضح کرچکے ہیں کہ فرض نماز کے بعد ہاتھوں کو اٹھاکر دعا مانگنا سنت ہے۔ اسی طرح شرعہ الاسلام، امداد الفتاح میں بھی صراحتاً نماز سے فراغت کے بعد ہاتھوں کو اٹھانے کا ذکر موجود

واما كون مسح الوجه باليدين بعد الفراغ من الدعاء سنة الدعاء فثابت أيضاً بالاحاديث والروايات الفقهية اما الاحاديث فنها ما قدمنا آنفا فى احاديث رفع اليدين من رواية أبى داؤد والطبرانى ومنها ما سيأتى لا حقانقلا عن حديث ابى داود والترمذى وابن ماجه وابن حبان والحاكم ومنها ما أخرجه الترمذى عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه قال كان رسول الله ﷺ اذا رفع يديه فى الدعا لم يردها حتى يمسح بهما وجهه ومنها ما أخرجه ابن ماجــه عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ اذا فرغت من الدعاء فامسح بيديك وجهك .

وأما الروايات الفقهية فهى اكثر من ان تحصى قد ذكرنا فى هذه الرسالة سابقا ولا حقا شيئاً منها نقلا عن نور الايضاح وشرحه امداد الفتاح ومواهب الرحمن وشرحه البرهان والعقائد السنية ومنهج العمال وغيرهما .

ہے دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرہ پر ملنے کے متعلق احادیث اور فقہاء کے اقوال، رفع یدین کی احادیث میں گذر چکے ہیں اور کچھ آنے والے ہیں۔

رفع یدین کی حدیث جس کو ابوداؤد اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم کی روایت جس کو ترمذی نے عمر ابن الخطاب سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرمؐ جب بھی دعا مانگتے تھے تو ہاتھوں کو اٹھاکر آخر میں اپنے چہرہ پر مسح کرتے تھے۔ ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو تو دونوں ہاتھوں کو چہرے پر مسح کرو۔ جہاں تک فقہاء کے اقوال کا تعلق ہے تو وہ بے شمار ہیں ان میں سے کافی ہم نے اس رسالہ میں ذکر کئے ہیں جن کو ہم نے نورالایضاح، امداد الفتاح، مواہب الرحمٰن، البرہان العقائد السنیہ، منہج العمال یا ان کے علاوہ دوسری کتب سے نقل کیا ہے۔

وأما كون قول المقتدين آمين آمين سنة الدعاء فثابت أيضاً بالاحاديث والروايات الفقهية .

أما الحاديث فمنها ما قال الجزرى فى حصنه ان من آداب الدعاء تامين المستمع رواه البخارى ومسلم وأبو داود والنسائى ومن آدابه مسح وجهه بيديه بعد فراغه رواه أبو داود والترمذى وابن ماجه وابن حبان فى صحيحه والحاكم فى مستدركه ومنها ان الله سبحانه وتعالى لما امر موسى وهارون عليهما السلام بالدعاء جعل موسى يدعو وجعل هارون يقول آمين آمين فاجاب الله تعالى دعائهما كما بينه الله تعالى فى القرآن العظيم يقول: "قال قد اجيبت دعوتكما" كما فى كتب التفاسير .

وأما الروايات الفقهية فمنها ما ذكرنا سابقا عن نور الايضاح وشرحه امداد الفتاح وغيرهما ومنها غير ذالك .

مقتدیوں کا آمین آمین کہنا بھی دعا کا مسنون طریقہ ہے جوکہ احادیث اور فقہاء کے اقوال سے ثابت ہے۔ احادیث میں وارد ہے جن کو الجزری نے حصن حصین میں ذکر کیا ہے کہ مقتدیوں کا آمین آمین کہنا دعا کے آداب میں سے ہے۔

اس کو بخاری، ابو داؤد اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔
دعا کے آداب میں سے چہرے پر ہاتھوں سے مسح کرنا بھی ہے جس کو ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان نے صحیح اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے ان ہی روایات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون کو دعا مانگنے کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ دعا مانگتے تھے اور حضرت ھارون آمین آمین کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دعا کو قبول فرمایا جس کا بیان قرآن مجید میں موجود ہے۔ جہاں تک فقہاء کے اقوال کا تعلق ہے تو اس کا ذکر ہم نور الایضاح اور امداد الفتاح وغیرہ کے حوالے سے کر چکے ہیں۔

الباب الثـانى

في أن الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة جائز بلا كراهة بل هو أفضل من أن يكون بعد السنة وفيه فصلان .

الفصل الأول

في الأحاديث الدالة على ذلك وقد علمت مما ذكرنا في الباب الأول أن أصل الدعاء بعد المكتوبة سنة مستحبة بقى الكلام في أن الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة هل هو مكروه أم لا .

فنقول قد قدمنا في الباب الأول مما رواه البخاري في تاريخه الأوسط عن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالى عنه أنه ﷺ كان يدعو دبر كل صلاة وقد نهى رسول الله ﷺ أن يخص الإمام نفسه بالدعاء دون المؤمنين فقد أخرج أبو داود في سننه وغيره أنه قال رسول الله ﷺ أن الإمام إذا دعا لنفسه خاصة ولم يدع للمؤمنين فقد خانهم .

باب ثانی اس باب میں کہ فرض نماز کے بعد سنت سے پہلے دعا بلا کراہت جائز ہے بلکہ بعد میں دعا کرنے سے افضل ہے۔

اس میں دو فصل ہیں :

باب اول میں احادیث سے ہم نے ثابت کیا ہے کی دعا کرنا فرض نماز کے بعد ہی سنت مستحبہ ہے۔ اب رہی یہ بات کہ آیا فرض نماز کے بعد سنت سے پہلے دعا مکروہ ہے یا نہیں؟

ہم کہتے ہیں کہ باب اول میں ہم وہ روایت بیان کر چکے ہیں' جو بخاری نے تاریخ اوسط میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرمؐ ہر نماز کے بعد دعا فرماتے تھے اور بیشک آپؐ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ امام صرف اپنے لئے دعا مانگے اور مومنین کے لئے دعا نہ مانگے۔ چنانچہ سنن ابوداؤد نیز اس کے علاوہ دوسری کتب میں بھی ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: امام صرف اپنے لئے دعا مانگے اور مومنوں کے لئے دعا نہ کرے تو اس نے گویا ان لوگوں کے ساتھ خیانت کی۔

وأخرج مسلم فى صحيحه وأبو داود فى سننه والإمام أحمد فى مسنده عن عبد الله بن شقيق رضى الله تعالى عنه قال سئلت عائشة رضى الله تعالى عنها عن صلاة رسول الله ﷺ فقالت كان يصلى فى بيتى قبل الظهر أربعا ثم يخرج فيصلى بالناس الظهر ثم يدخل فيصلى ركعتين ثم يخرج فيصلى بالنـــاس العصر ويصلى بالناس المغرب ثم يدخل فيصلى ركعتين ثم يصلى بالناس العشاء فيدخل فى بيتى فيصلى ركعتين الحديث وفى آخره وكان إذا طلع الفجر صلى ركعتين ثم يخرج فيصلى بالناس صلاة الفجر .

وأخرج الترمذى فى الشمائل وابن ماجه فى سننه عن عبد الله ابن سعد الأنصارى رضى الله تعالى عنه قال سئلت رسول الله ﷺ أيما أفضل الصلاة فى البيت أو الصلاة فى المسجد

مسلم نے اپنے صحیح، ابوداؤد نے سنن اور امام احمد نے اپنے مسند میں عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت ظہر میرے گھر میں ادا کرتے پھر باہر جاتے اور لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرتے پھر واپس آتے اور دو رکعت نماز گھر میں ادا کرتے تھے پھر عصر کے لئے جاتے اور لوگوں کے ساتھ عصر کی نماز ادا کرتے اور لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کرتے اور واپس آکر دو رکعت ادا کرتے تھے۔ اسی طرح لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرتے پھر میرے گھر آتے اور دو رکعت آکر گھر میں ادا کرتے۔ حدیث کے آخر میں ہے کہ جب فجر طلوع ہوجاتی تو دو رکعت گھر میں ادا کرنے کے بعد لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔

ترمذی نے شمائل میں اور ابن ماجہ نے سنن میں عبداللہ بن سعد انصاری سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسی نماز سب سے افضل ہے گھر میں یا مسجد میں؟ آپ نے فرمایا مسجد میں نماز پڑھنے سے گھر

قال لأن أصلى فى بيتى أحب من أن أصلى فى المسجد إلا أن تكون صلاة مكتوبة

وأخرج البخارى ومسلم وغيرهما عن زيد بن ثابت رضى الله عنهما قال : رسول الله ﷺ أفضل الصلاة صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة

وأخرج الترمذى أيضاً وقال فى الباب عن عمر بن الخطاب وجابر بن عبد الله وأبى سعيد وأبى هريرة وابن عمر وعائشة وعبد الله بن سعد وزيد بن خالد الجهنى رضى الله تعالى عنهم .

وأخرج أبو داود والترمذى والنسائى عن كعب بن عجرة رضى الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ أتى مسجد عبد الأشهل فصلى بهم المغرب فلما قضوا صلاتهم راهم يسبحون أى يتنفلون فقال ﷺ هذه صلاة البيوت قلت فى كل من هذه الأحاديث دليل

میں نماز پڑھنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں بشرطیکہ وہ فرض نماز نہ ہو۔ بخاری اور مسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین نماز وہ ہے جو گھر میں ادا کی جائے سوائے فرض نماز کے۔ امام ترمذی نے بھی اس باب میں عمر بن الخطاب، جابر بن عبداللہ، ابو سعید، ابوہریرہ، ابن عمر، عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن سعد، زید بن خالد الجھنی رضی اللہ عنہم سے روایات بیان کی ہیں۔ نیز ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالاشھل کی مسجد میں لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد لوگ نوافل پڑھنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ نماز گھروں میں پڑھنے کی ہے۔

میں کہتا ہوں ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

على أنه ﷺ كان يصلى السنن والنوافل فى البيت أما الحديث الأول فدلالته على ذلك ظاهرة وأما البواقى فلأن الظاهر أنه ﷺ لا يترك غالباً ما هو أفضل وأحب إليه فى باب العبادات ولهذا قال فى منية المصلى روى عن النبى ﷺ أنه كان يصلى جميع السنن والوتر فى البيت

وقرر ذلك شراح المنية فعلم من هذه الأحاديث أمران الأول أن النبى ﷺ كان يدعو لنفسه ولمن معه من المسلمين دبر كل صلاة الثانى أن دعاءه ذلك كان قبل السنة ويبقى الناس ينتظرونه للدعاء لذلك الوقت فثبت المطلوب .

الفصل الثانى

فى الروايات الفقهية الدالة على أن الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة جائز بلا كراهة بل هو أفضل من أن يكون بعد السنة

وسلم سنن اور نوافل کو گھر میں ادا کرتے تھے۔ جہاں تک پہلی حدیث کا تعلق ہے، اس کی دلالت بھی ظاہر ہے رہی دوسری احادیث تو ظاہر ہے کہ عبادات میں جو صورت افضل ہوتی تھی نبی اکرم صی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کرتے تھے اور اس کو ترک نہیں فرماتے تھے۔اسی بنا پر منیہ المصلی میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ تمام سنتیں اور وتر نمازیں گھر میں ادا کیا کرتے تھے اور یہ بات منیہ المصلی کے شارحین نے ثابت کی ہے۔ ان روایات سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد اپنے لئے اور ان مسلمانوں کے لئے بھی جو آپ کے ساتھ ہوتے تھے دعا مانگتے تھے۔دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کی یہ دعا سنت سے پہلے ہوتی تھی اور لوگ دعا کا انتظار کرتے تھے پس جو ہمارا مطلوب تھا وہ اس سے حاصل ہوجاتا ہے۔

الفصل الثانی یہ فصل ان فقہی روایات کے بیان میں

فأقول قال فی مفاتیح الجنان شرح شرعة الإسلام
ویغتنم المصلی الدعاء بعد المکتوبة قبل السنة علی ما روی عن البقالی
من أنه الأفضل أن یشتغل بالدعاء بالسنة وهو المشهور المعمول فی
زماننا فإنه مستجاب بالحدیث قال وروی أنه کان للحسن البصری
جار یحتطب علی ظهره فکان إذا سلم الإمام خرج من المسجد
سریعا فقال له الحسن یوماً یا هذا لم لا تجلس ساعة إن لم تکن لك
حاجة فی الآخرة فلا حاجة لك فی الدنیا قف بعد الصلاة وادع
الله تعالی واسئله حمولة تحمل علی ظهرها ذکره فی الخالصة انتهی
ما فی المفاتیح وقال فی مواهب الرحمن وشرحه المسمی بالبرهان
ما لفظه ویستحب له أی للإمام بعد السلام أن یستغفر الله ثلاثا

ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ فرض نماز کے بعد اور سنت سے پہلے دعا بلا کراہت جائز ہے بلکہ سنتوں کے بعد دعا کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مفاتیح الجنان' شرح شرعہ الاسلام میں ہے کہ نمازی فرض نماز کے بعد سنت سے پہلے دعا کرنے کو غنیمت جانے جیسے کہ بقالی سے مروی ہے کہ افضل یہی ہے کہ سنتوں میں مشغول ہونے کی بجائے دعا میں مشغول ہو اور یہی ہمارے زمانے کا مشہور معمول ہے اور ہمارے زمانے میں اس پر عمل ہو رہا ہے اور حدیث سے ثابت ہوا کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے بقالی نے حضرت حسن بصری سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ان کا ایک پڑوسی (لکڑ ہارا) تھا جو لکڑیوں کو پیٹھ پر رکھ کر آتا تھا (یعنی لکڑی کا کاروبار کرتا تھا) جب امام سلام پھیرتا تھا تو وہ مسجد سے بڑی جلدی بغیر دعا کئے نکل جاتا تھا۔ ایک دن حضرت حسن بصری نے اسے کہا بھائی کیوں تم دعا کے لیئے تھوڑی دیر دعا کے لئے بھی نہیں بیٹھتے؟ اگر تمہیں آخرت کی ضرورت نہیں تو پھر دنیا کی بھی کیا ضرورت ہے؟ نماز کے بعد تھوڑی دیر بیٹھو اور اللہ سے اس سواری کو مانگو جو تجھے پیٹھ پر روز قیامت اٹھائے۔ اس روایت کا ذکر الخالصہ میں بھی ہے۔ مفاتیح کا حوالہ یہیں تک ہے۔ مواہب الرحمٰن اور اس کی شرح البرھان کے الفاظ یہ ہیں کہ امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام کے بعد تین مرتبہ اللہ سے استغفار کرے۔

ويقرء آية الكرسى والمعوذات ويقول اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والأكرام" ويقول ما ورد بعد كل صلاة مكتوبة وهو لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد إلى أن قال ثم يدعو الامام لنفسه وللمسلمين من الأدعية الجامعة المأثورة رافعا يديه حذاء صدره جاعلا بأطن كفه مما يلى وجهه بخشوع وسكون ويمسح بهما وجهه فى آخره اى أخر الدعاء انتهى.

وهذا نص على جواز الدعاء بين الفريضة والسنة بل على استحبابه بقرينة أنه لم يقل ثم يصلى السنة ثم يدعو لنفسه وللمسلمين.

آیت الکرسی، معوذات (سورہ فلق، سورہ ناس) اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ...... الخ

(ترجمہ) اے اللہ تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے ہے سلامتی ہے تو بڑی برکتوں کا مالک ہے اے جلال اور عزت والے۔ اور ہر فرض نماز کے بعد یہ ورد کرے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ .... الخ

(ترجمہ) ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف اور حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جس کو تو عطا کرے اسے کوئی منع کرنے والا نہیں اور جس کو تو منع کرے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلے میں کوشش کرنے والے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔ پھر امام ہاتھ اٹھاکر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے جامع اور ماثورہ دعائیں جو احادیث سے ثابت ہیں مانگے۔ دعا کے لئے دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ ہاتھ سینے کے سامنے ہوں اور ہتھیلیاں چہرہ کے قریب نہایت خشوع اور خضوع سے لے جائے اور سکون سے دعا کرے اور دعا کے آخر میں اپنے ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرلے یہ ترتیب فرض اور سنت کے درمیاں دعا کے جواز بلکہ اس کے مستحب ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ اس ترتیب میں یہ نہیں کہا گیا کہ سنت

إلى آخره و بقرينة ذكره « اللهم انت السلام » وأنه لايقرء الأبين الفرض والسنة ، وبقرينة ما ورد بعد كل صلاة مكتوبة .

وقال فى الفتاوى الصوفية ، ناقلا عن نصاب الفقه " أنه إذا فرغ الامام من صلاة المغرب يستحب له أن يشتغل بالدعاء قليلاً ثم يصلى ركعتين " كذا قال الفقيه أبو الليث رحمه الله انتهى .

وقال فى الكافى لصاحب الكنز فى فصل تكبيرات التشريق فى موضع الفرق بين تكبيرات العيدين وتكبيرات التشريق " أن تكبيرات التشريق عقيب الصلاة وهذا موضع الذكر والدعاء بالنص " انتهى ، يريد بالنص قوله تعالى: « فأذا فرغت فانصب » .

وقال فى المحيط البرهانى " أن تكبيرات التشريق يوتى بها عقيب الصلاة وهو موضع الذكر والدعاء " انتهى .

ادا کرے اور پھر اپنے اور عام مسلمانوں کے لئے دعا طلب کرے۔ایک قرینہ یہ ہے کہ نماز کے بعد اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ کا ذکر کیا ہے اور بیشک اس کو فرض اور سنت کے درمیان ہی پڑھے گا۔ ایک قرینہ یہ ہے کہ " ہر فرض نماز کے بعد " کے الفاظ وارد ہیں۔فتاویٰ صوفیہ میں نصاب فقہ سے نقل کرتے ہوئے بیان لیا ہے کہ جب امام مغرب نماز کے بعد فارغ ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ مختصر دعا مانگے۔ پھر دو رکعت نماز ادا کرے۔ اسی طرح فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے۔

کافی میں صاحب کنز نے فصل تکبیرات التشریق کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تکبیرات التشریق نماز کے بعد ہوتی ہیں اور یہ نص کے مطابق دعا اور ذکر کا مقام ہے نص سے مراد قرآن کی یہ آیت فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ہے۔

المحیط البرہانی میں ہے کہ تکبیرات التشریق نماز کے بعد ہوتی ہیں جبکہ وہ جگہ

فعبارة الكافى ، والمحيط ، صريحة فى أن ما بعد المكتوبة قبل السنة موضع الدعاء لأنهما قالا " أن موضع تكبير التشريق موضع الدعاء" ولأريب فيه أن موضع تكبيرات التشريق بعد المكتوبة قبل السنة .

وقال فى شرح منظومة ابن وهبان (١) للعلامة الشرنبلالى صاحب إمداد الفتاح ، " أنه ذكر شمس الأئمة يعنى الحلوانى جواز تأخير السنة بعد الفرض للأشتغال بالدعاء والورد " انتهى .

وأما الكلام فى تأخير السنة البعدية عن الفرض فقد قال فى المحيط البرهانى وإذا فرغ الام من الصلاة فأجمعوا على أنه لايمكث فى مكانه مستقبل القبلہ فى الصلاة كلها فبعد ذلك ينظر انكانت صلاة لا تطوع بعدها يتخيران شاء انحرف عن يمينه وإن شاء انحرف عن يساره وإن شاء ذهب فى حوائجه وإن شاء إستقبل

ذکر اور دعا کی ہے پس کافی اور محیط کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ فرض کے بعد اور سنت سے پہلے دعا کا وقت ہے۔ اسی لئے ان دونوں نے کہا ہے کہ تکبیرات التشریق دعا کی جگہ پر ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تکبیرات التشریق فرض نماز کے بعد اور سنت سے پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ شرح منظوم ابن وھیاں میں ہے جسکی تلخیص علامہ شرنبلالی صاحب امداد الفتاح نے کی ہے جس کو شمس الائمہ الحلوائی نے بھی ذکر کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا کے لئے سنت میں تاخیر کرنا جائز ہے۔ بات سنت کے تاخیر میں ہے جو فرض نماز کے بعد ہے۔

المحیط البرھانی میں ہے کہ جب امام نماز سے فارغ ہو تو وہ قبلہ کی طرف چہرہ کرکے بیٹھا نہ رہے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ ایسی نماز جس کے بعد کوئی نفل نہیں ہے امام کو اختیار ہے چاہے تو دائیں طرف پھرجائے یا بائیں طرف ۔ یا اپنے معمولات کی طرف یا لوگوں کی طرف یعنی سامنے یا ایسی نماز جس کے بعد

الناس بوجهه وإن كان صلاة بعدها تطوع كالظهر والمغرب والعشاء يقوم إلى التطوع ويكره له تأخير التطوع عن حال اداء الفريضة قال! " وقال شمس الأئمة الحلوائى هذا إذا لم يكن من قصده الإشتغال بالدعاء فإن كان له ورد يقضيه بعد المكتوبة فأراد أن يقضى قبل أن يشتغل بالتطوع فإنه يقوم من مصلاه ويقضى ورده قائما وإن شاء جلس فى ناحيـة من المسجد وقضى ورده ثم قام إلى التطوع والأمر فيه واسع ، وما ذكره شمس الأئمة الحلوائى دليل على جواز تأخير السنن عن حال أداء المكتوبة وما ذكرنا فى إبتـداء المسئلة نص على كراهـة تأخير السنن عن حال أداء الفريضة هذا الذى ذكرنا فى حق الإمام وأما المنفرد والمقتدى فإن شاءا لبثافى مصلاهما وإن شاءا قاما للتطوع فى مكانهما أو فى مكان

نوافل ہیں جیسے ظہر' مغرب' عشاء تو اس میں نوافل ادا کریگا۔ فرض نماز کے بعد نوافل میں تاخیر مکروہ ہے۔ شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے جب کوئی فرض نماز کے بعد دعا یا وظیفہ نہ پڑھے۔ مگر وہ شخص جو فرض نماز کے بعد دعا یا وظیفہ پڑھتا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر وظائف کھڑے ہو کر پڑھے یا مسجد کے کسی کونے میں بیٹھ کر وظائف پڑھے اور بعد میں نوافل ادا کرے اس میں کافی گنجائش ہے اور جس کو شمس الائمہ نے ذکر کیا ہے تو وہ دراصل دلیل ہے فرض نماز کے بعد سنت میں تاخیر کے جواز کی اور مسئلہ کے شروع میں ہم نے بیان کیا ہے کہ فرض کے بعد سنتوں میں تاخیر مکروہ ہے۔

یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ امام کے متعلق ہے جہاں تک مقتدی یا تنہا آدمی کا تعلق ہے تو اسکو اختیار ہے چاہے تو اسی جگہ بیٹھا رہے' چاہے اسی جگہ نوافل ادا کرے یا دوسری جگہ نوافل پڑھنے کے لئے چلا جائے۔ " النوادر " میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ نوافل پڑھنے کے لئے دوسری جگہ چلا جائے۔ یعنی مسجد میں دوسری جگہ اور یہی محیط البرھانی میں ہے۔ الذخیرہ میں ہے کہ جب امام کسی

آخر و فی النوادر إن قاما للتطوع فی مکان آخر من المسجد فهو أحسن انتهی ما فی المحیط البرهانی .

وقال فی الذخیرة " وإذا فرغ الإمام من صلاته فإن کان بعدها تطوع کالظهر و المغرب والعشاء فإنه یقوم إلی التطوع ویکره تأخیر التطوع عن حال أداء الفریضة فإذا قام لایتطوع فی مکانه الذی صلی المکتوبة فیـــه بل یتقدم أو یتأخرا وینحرف یمینا وشمالا أو یذهب إلی بیته فیتطوع ثم قال الإمام شمس الأئمة الحلوانی هذا إذا لم یکن من قصده الأشتغال بالدعاء فإن أراد أن یقضی ورده بعد المکتوبة قبل أن یشتغل بالتطوع فإنه إن شاء أن یقوم فی مصلاه فیقضی ورده قائماً وإن شاء جلس فی ناحیة من المسجد وقضی ورده ثم قام إلی التطوع فما ذکره شمس الأئمة الحلوانی دلیل علی جواز تأخیر السنن عن حال أداء المکتوبة وما ذکرنا فی ابتداء المسئلة نص علی کراهیة تأخیر السنن عن حال

ایسی نماز سے فارغ ہو جس کے پیچھے نوافل ہوں، جیسے ظہر، مغرب، عشاء تو اس کو نوافل کے لئے اٹھنا چاہیے۔ فرض نماز کی ادائیگی کے بعد اس میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ جب نوافل کے لئے اٹھے تو اس جگہ نوافل نہیں پڑھنے چاہئیں جہاں پر اس نے فرض نماز ادا کی ہے بلکہ اس جگہ سے آگے یا پیچھے دائیں یا بائیں یا اپنے گھر میں جاکر ادا کرنے چاہیئں۔
امام شمس الائمہ الحلوائی فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے جب اس کا فرض نماز کے بعد دعا یا وظائف پڑھنے کا ارادہ نہ ہو مگر جب فرض نماز کے بعد دعا یا وظائف پڑھنے ہیں تو وہ اسی جگہ پر پڑھے اور چاھے تو مسجد کے کسی کونے میں بیٹھ کر اپنے وظائف پڑھکر پھر نوافل ادا کرے۔ شمس الائمہ حلوائی نے جس کو ذکر کیا ہے تو وہ دلیل ہے اس بات کی کہ فرض ادا کرنے کے بعد سنن کی تاخیر جائز ہے اور جسکو ہم نے ابتدائی مسئلے میں ذکر کیا وہ تاخیر سنن عن اداء

أداء المكتوبة وهذا الذى ذكرنا فى حق الإمام فأما المنفرد والمقتدى فإن شاءا لبشافى مصلاهما وإن شاءا قاما إلى التطوع فى مكانهما أو فى مكان آخر انتهى ما فى الذخير

وقال فى الخلاصة والعالمكيرية " إذا سلم الإمام فى الظهر أو المغرب أو العشاء كره له المكث فى مكانه قاعدا لكنه يقوم إلى تطوع ولا يتطوع فى مكان الفريضة ولكنه ينحرف يمنة أو يسرة جاز والكل سواء وفى الصلاة التى لا تطوع بعدها يكره المكث فى مكانه قاعدا استقبل القبله ثم هو بالخيار إن شاء ذهب وإن شاء جلس فى محرابه إلى طلوع الشمس وهو أفضل ويستقبل القوم بوجهه إذا لم يكن بحذائه مسبوق وإن كان بحذائه مسبوق ينحرف يمنة أو يسرة وهذا حال الإمام والصيف والشتاء فى ذلك سواء

المکتوبہ کی کراہت پر نص ہے اور یہ مسئلہ جو ہم نے ذکر کیا ہے' وہ امام کے لئے ہے۔ لیکن کوئی شخص اکیلا ہو تو اسکو اختیار ہے چاہے تو اسی جگہ بیٹھا رہے اور چاہے تو کسی اور جگہ جاکر نوافل ادا کرے۔ لیکن کوئی شخص اکیلا ہو یا مقتدی ہو تو اسے اختیار ہے چاھے تو اسی جگہ بیٹھا رہے اور چاہے تو کسی اور جگہ جاکر نوافل ادا کرے۔ اور عالمگیریہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب امام ظہر' مغرب یا عشاء نماز سے فارغ ہوکر سلام پھیرے تو اس کے لئے اسی جگہ بیٹھنا مکروہ ہے بلکہ وہ نفل کے لئے کھڑا ہو اور اس مقام پر نفل ادا نہ کرے جہاں اس نے فرض نماز ادا کی ہے۔ بلکہ دائیں بائیں ہٹ کر نوافل ادا کرے۔ وہ تمام نمازیں جن میں فرض نماز کے بعد نوافل نہیں ہیں اس صورت میں قبلہ رو ہوکر بیٹھا رہنا مکروہ ہے۔ اس صورت میں اسے اختیار ہے چاہے تو چلا جائے چاہے تو طلوع شمس تک محراب میں بیٹھا رہے اور یہ افضل ہے کہ قوم کی طرف رخ کرے جب کہ اس کے سامنے کوئی مسبوق نمازی نہ ہو اور اگر مسبوق اس کے سامنے ہو تو دائیں بائیں رخ کرکے بیٹھے اور یہی حال امام کا ہے گرمی ہو یا سردی (خلاصہ بحوالہ عالمگیری)۔

انتهى ما فى الخلاصة والعالمكيريه ولأريب أنه ليس المراد بقول صاحب المحيط والذخيرة والخلاصة ويكره له تأخير التطوع عن حال أداء الفريضة كراهـــة التأخير مطلقا بل كراهة التأخير الطويل وإلا لكان التأخير بمقدار قوله اللهم أنت السلام إلى آخره أيضا مكروهـا وليس كذلك بل قـــد تقدم فى حديث " أبى رمثة " وعبارة فتح القدير ما يدل على أن وصل السنة بالفرض مكروه وقال فى فتح القدير بعد نقل عبارة الخلاصة إن قوله الكل سواء يعنى فى إقامة السنة أما الأفضل فقد صرح فيما يأتى أن المنزل أفضل انتهى وأفاد فى فتح القدير أيضا ما حاصله أن قولهم يكره التأخير الطويل للسنة عن الفرض مرادهم بهـــا الكراهة التنزيهية التى مرجعها إلى خلاف الأولى انتهى .

وقال العلامة ابن أمير الحاج ، فى شرحه على المنية المعروف

اس میں کوئی شک نہیں کہ صاحب محیط' الذخیرہ اور خلاصہ کے اس بیان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فرض نماز کے بعد مطلق نفل میں تاخیر کرنا مکروہ ہے بلکہ زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے ورنہ اللّٰھم انتَ السلام الیٰ آخرہ۔ پڑھنا بھی مکروہ ہوجائے گا۔ جب کہ فی الواقع اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ اوپر ابورمثہ کی حدیث گذر چکی ہے اور فتح القدیر کی عبارت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ سنت کو فرض سے ملانا مکروہ ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر میں خلاصہ کی نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ان قوله الكل سواء يعنى فى اقامة السنة (یعنی اقامت سنت میں دونوں برابر ہیں) البتہ افضل یہ ہے کہ گھر میں ادا کرے۔ ابن ہمام کا فتح القدیر میں کلام اس بات کو مفید ہے کہ فرائض ادا کرنے کے بعد سنتیں پڑھنے میں طویل تاخیر مکروہ ہے۔ اس سے فقہاء کرام کی مراد یہ ہے کہ مکروہ تنزیھی ہے جو خلاف اولیٰ ہے۔

"علامہ ابن امیر الحاج" نے اپنی "شرح منیہ" میں جو ہمارے یہاں شرح کبیر کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے کہ یہ کراہیت اولیٰ کے خلاف ہے۔

عندنا " بالشرح الأكبر " أنه تحمل هذه الكراهة على خلاف الأولى فالأولى أن لايقرء الأوراد قبل السنة ولو فعل لابأس به انتهى .

وقال فى الفتاوى التأتار خانية نقلاً عن الفتاوى الحجة أن الإمـــام إذا فرغ من الظهـر والمغرب والعشاء يشرع فى السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة لما روى عن عائشة رضى الله تعالى عنها أن النبى ﷺ كان يمكث بعد السلام ويقول: « اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام » .

وروى أن النبى ﷺ كان يقول دبر كل صلاة « لا إلــه إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو حى لايموت بيده الخير وهو على كل شئ قدير هو الأول والآخر

سنت سے پہلے وظائف نہیں پڑھے جائیں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فتاوی تاتارخانیہ نے فتاویٰ الحجہ سے نقل کیا ہے کہ جب امام ظہر' مغرب" عشاء سے فارغ ہو تو سنت شروع کرے اور طویل دعاؤں میں مشغول نہ ہو جیسا کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم سلام کے بعد کچھ ٹھہر کر فرماتے :

اللهم انت السلام.... (ترجمہ) اے اللہ ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے۔ تو بڑی برکتوں والا ہے اے عزت اور جلال کے مالک۔ یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرم ہر نماز کے بعد فرماتے تھے۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ...... (اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے حمد اور تعریف ہے۔ وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی اور اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی اول' وہی آخر' وہی ظاہر' وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے

والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم ليس كمثله شئ وهو السميع البصير

وروى أن النبی ﷺ كان يقول إذا فرغ من صلاته « سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين » وفی الخبر عن النبی ﷺ أنه قال من قرء بعد كل صلاة مكتوبة « قل هو الله أحد الله الصمد عشر مرات فهو رفيقی فی الجنة ومن أستغفر بعد كل صلاة عشر مرات غفر الله له ذنوبه وإن كانت أكثر من رمل عالج » انتهى ما فی التتارخانية نقلاً عن الفتاوی الحجة فهذه العبارة تدل على فائدتين أحداهما أن كراهة الأشتغال بالدعاء بين الفرض والسنة مقيدة بالطول فلو كان الدعاء قليلا كما هو المتعارف فلا كراهة وثانيهما أن الدعوات التی أوردها صاحب فتاوی الحجة والتأتارخانية جعلاها داخلة فی القليلة ولاريب أن الدعاء المتعارف أقل منها فلا يكون مكروها أصلا وسيأتی ما يؤيد هذا .نقولا عن " فتح

اس کا کوئی مثال نہیں اور وہی سمیع اور بصیر ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرم جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ کلمات پڑھتے تھے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہر فرض نماز کے بعد ۱۰ مرتبہ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد کا ورد کیا وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا اور جس نے ہر نماز کے بعد ۱۰ مرتبہ استغفار کیا اس کے سارے گناہ معاف کئے جائیں گے چاہے وہ عالج کے ریت سے زیادہ کیوں نہ ہوں۔ تاتارخانیہ نے جو فتاویٰ الحجہ سے نقل کیا ہے اس کے دو فوائد ہیں ۔ اول یہ کہ اس دعا کو مکروہ کہا ہے جو فرض اور سنت کے درمیاں ہو اس کو لمبی دعا سے مقید کیا ہے۔ اگر دعا

مختصر ہے جیسے ہمارے ملک میں رواج ہے تو اس میں کراہت نہیں ہے۔ دوئم یہ کہ جن دعاؤں کا ذکر فتاویٰ الحجہ اور تاتارخانیہ نے کیا ہے کہ وہ مختصر ہوں تو اس

القدير" و"الشرح الكبير" للمنية وشرح "مواهب الرحمن" "ونصاب الفقه" و "عمدة الأبرار" و "كنز العباد" وغيرها وسيأتي بيان قدر الطول الذي يكون موجبا للكراهة التنزيهية في أواخر هذا الفصل إن شاء الله تعالى .

وقال في منية المصلي وشرحها الصغير لأبراهيم الحلبي أن هذه الأحكام المذكورة كلها في حق الإمام وأما المقتدي والمنفرد فإنهما إن لبثافي مكانهما الذي صليا فيه المكتوبة جاز وإن قاما إلى التطوع في مكانهما ذلك جاز أيضا والأحسن أن يتطوعا في مكان آخر غير مكان المكتوبة بأن يتقدما أو يتأخرا أو يتحولا يمنة أو يسرة انتهى ما في المنية وشرحها الصغير

فحصل من هـذه العبارات أن نفس الدعاء بين المكتوبة والسنة البعدية ليس بمكروه ، وإنما الكراهة لأجل لزوم تأخير السنة ، وأنـه لا كراهة في تأخير السنة عن حال أداء المكتوبة

میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو دعائیں ہمارے ملک میں مشہور ہیں وہ ان کی بیان کردہ دعاؤں سے بھی مختصر ہیں۔ لہٰذا اس میں قطعاً کراہت نہیں ہے اس قول کی تائید فتح القدیر' شرح الکبیر' منیۃ والشرح' مواہب الرحمٰن' نصاب فقہ' عمدہ الابرار' کنز العباد' وغیرہ میں ہے انشاء اللہ اس فصل کے آخر میں ہم ذکر کریں گے کہ کونسا طول موجب کراہت تنزیہی ہے۔ منیۃ المصلی اور اس کی شرح صغیر میں ابراہیم حلبی نے لکھا ہے کہ یہ تمام مذکورہ احکام امام کے لئے ہیں۔ جہاں تک مقتدی اور منفرد کا تعلق ہے تو وہ چاہے تو اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں پر اس نے فرض نماز ادا کی ہے اور اگر اس کی مرضی نوافل پڑھنے کی ہے تو نوافل ادا کرے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ دوسری جگہ نوافل ادا کرے یعنی جہاں پر فرض نماز ادا کی ہے اس کے علاوہ کسی اور جگہ دائیں یا بائیں یا آگے پیچھے۔ یہی منیہ اور اس کی شرح الصغیر میں ہے۔ اس عبارت سے یہ حاصل ہوا کہ نفس دعا فرض اور سنت کے درمیان مکروہ نہیں ہے کیونکہ کراہت سنت کے تاخیر کے وجہ

فى حق المنفرد والمقتدى اصلا وأما الإمام فعلى ما ذكره شمس الأئمـة الحلوانى لا كراهة فى حقه أيضاً ، وأما على ما ذكره غيره فيكره للإمام تأخير السنة عن حال أداء المكتوبة .

بقى الكلام فى أن على هذا القول الأخير أى قدر من التأخير يكون مكروها فى حق الإمـام فنظرنا إلى ذلك فوجدنا عبـارات الكتب فى قدر هذا التأخير مختلفة .

قال العلامة إبراهيم حلبى فى شرحه الصغير على المنية وإذا كان بعد المكتوبة تطوع قام إلى التطوع بلا فصل إلا مقدار ما يقول « اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام » ويكره تأخير السنة عن أداء الفريضة بأكثر من ذلك القدر انتهى .

وقال فى شرحه الكبير على المنية أن ما فى صحيح مسلم عن عائشة رضى الله تعـالى عنها أن رسول الله ﷺ كان إذا صلى

سے ہوتی ہے لیکن فرض نماز کی ادائیگی کے بعد مقتدی اور منفرد کے لئے سنت کی تاخیر میں قطعی کوئی کراہت نہیں ہے۔ جہاں تک امام کا تعلق ہے تو شمس الائمہ حلوائی نے تو اس کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ امام کے لئے بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔ البت اور علماء نے لکھا ہے کہ ادائے مکتوبہ کے بعد سنت میں تاخیر کرنا امام کے لئے مکروہ ہے۔

اب رہی یہ بات کہ امام کے لئے بھی کتنی تاخیر سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں ہم نے کتابوں میں مختلف عبارتیں دیکھی ہیں کہ اتنی مدت دیر کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابراھیم الحلبی نے شرح صغیر شرح منیہ میں لکھا ہے کہ وہ نماز جس میں فرض کے بعد سنت ہے اس میں بغیر فصل کے نوافل پڑھنے چاہئیں صرف اتنی دیر تاخیر کرے، جس میں یہ الفاظ ادا کرسکے اَللّٰھُمَّ اَنتَ السَّلامُ وَمِنکَ السَّلام تَبَارکتَ یَا ذَاالجَلَالِ وَالاِکرَامِ اس سے زیادہ دیر کرنا مکروہ ہے۔ شرح کبیر میں جو منیہ کی شرح ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ صحیح مسلم نے سیدہ عائشہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی اکرمؐ نماز پڑھتے

لم يقعد إلا بمقدار ما يقول : « اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام » يفيد أنه ليس المراد أنه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد زمانا يسع ذلك المقدار ونحوه من القول تقريباً فلا ينافى ذلك ما فى الصحيحين عن المغيرة أنه ﷺ كان يقول فى دبر كل صلاة « لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قديرا اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك » وكذا لا ينافى ما روى مسلم وغيره عن عبد الله بن الزبير كان رسول الله ﷺ إذا سلم من الصلاة قال بصوته الأعلى « لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شى قدير ولا حول

تھے تو صرف اتنی دیر وقفہ کرتے جس میں یہ الفاظ ادا کئے جاسکیں۔
اللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ .... الخ ۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ بعینہ یہ الفاظ نہیں فرماتے تھے بلکہ ان الفاظ کی مقدار جتنا آپ وقفہ کرتے تھے۔ لھذا یہ حدیث اس کے منافی نہیں ہے جوکہ **صحیحین** نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد فرماتے تھے۔

لَا اِلٰهَ الا الله ..... (ترجمہ) ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک اور اسی کے لئے حمد وثنا ہے اور وہ ھر چیز پر قادر مطلق ہے۔ اے اللہ جسے تو عطا فرمائے اسے کوئی منع کرنے والا نہیں اور جسے تو منع کرے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے۔ اور کوشش کرنے والے کو تیرے مقابلے میں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح امام مسلم نے جو روایت کی ہے وہ بھی اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تھے تو باواز بلند یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے حمد وثنا ہے۔ اور

ولا قوة إلا بالله ولا نعبد إلا إياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا إله إلا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون » لأن المقدار المذكور فى حديث عائشة رضى الله تعالى عنها يعتبر من حيث التقريب والتخمين دون التحديد والتحقيق انتهى ، ما فى شرح الكبير للمنية .

وقال ابن الهمام فى فتح القدير فى باب النوافل : ما لفظه " ثم هل الأولى وصل السنة التالية للفرض بـه أولا فى شرح الشهيد القيام إلى السنة متصلا بالفرض مسنون وفى الشافى كان رسول الله ﷺ يمكث قدر ما يقول « اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام » وكذا عن البقالى .

وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ اسی کے لئے نعمت اور اسی کا فضل وکرم ہے۔ اور اسی کے لئے ثنائے جمیل ہے۔ (ہم) اپنے دین کو اس کے لئے مخلص کرتے ہوئے لاالہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں۔ اگرچہ کفار کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت مقدار کے بارے میں مذکور ہے' اس سے بھی تخمینہ مراد ہے نہ کہ حقیقی تحدید۔ یہی بات منیہ المصلی کی شرح کبیر میں ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر باب النوافل میں لکھا ہے کہ سنت کو فرض کے ساتھ متصل پڑھنا مسنون ہے یا نہیں؟ اور شرح شہید میں ہے کہ سنت کو فرض کے ساتھ متصل پڑھنا مسنون طریقہ ہے۔ الشافی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنا وقفہ فرماتے تھے جتنی دیر میں یہ الفاظ ادا کر سکیں

اللھم انت السلام ...(ترجمہ) اے اللہ تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے۔ اے عزت اور اکرام کے مالک تو بڑی ہی برکتوں کا مالک ہے۔ البقالی سے بھی یہی مروی ہے۔ امام حلوائی نے لکھا ہے

وقـــال الحلوائى لابأس بأن يقرء بين السنة والفريضة الأوراد .

وقال ابن الهمام وأعلم أن المذكور فى حديث عائشة رضى الله تعالى عنها هو قولها لم يقعد الأمقدار ما يقول : « اللهم أنت السلام ومنك السلام إلخ » وذلك لا يستلزم سنية أن يقول ذلك بعينه فى دبر كل صلاة إذ لم تقل الأحتى يقول أو إلى أن يقول فيجوز كونه ﷺ كان مرة يقوله ومرة يقول غيره فما ذكرنا من قول « لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد إلى آخره » وما ضم إليه فى بعض الروايات مما ذكرنا من قوله « لا حول ولا قوة إلا بالله إلى آخره » ومقتضى العبارة حينئذ أن السنة أن يفصل بذكر قدر ذلك ، وذلك يكون تقريباً فقد يزيد قليلاً وقد ينقص قليلاً وقـــد يدرج وقد يرتل فأما أن يكون

کہ فرض اور سنتوں کے درمیان وظائف پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
ابن ہمام نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت جس میں آپ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد "اللّٰھم انت السلام ومنک السلام الخ جتنی مقدار بیٹھا کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ لامحالہ طور پر یہی الفاظ ادا فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس میں بعینہ اللّٰھم انت السلام ..... الخ کے الفاظ وارد نہیں ہیں۔ پس عین ممکن ہے کہ کبھی تو آپ یہی الفاظ ادا فرماتے ہوں اور کبھی اس کے علاوہ اور الفاظ بیان فرمائے ہوں۔ جیساکہ ہم اوپر بتاکر آئے ہیں۔ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہُ الملک ولہُ الحمد ..... الخ ۔ نیز بعض روایات میں یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ الخ اس ساری عبارت کا مقصد اور مدعا یہ ہے کہ اتنی مقدار جتنا وقفہ کرنا' یہ مسنون طریقہ ہے۔ البتہ اگر کبھی اس سے زیادہ یا کبھی کم وقفہ ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر اس سے اتنا زیادہ

زيادة غير مقاربـــة مثل عدد الثلاثة والثـــلاثين من التسبيحات والتحميدات والتكبيرات فينبغي إستنان تأخيره عن السنة البتة انتهى ما فى فتح القدير .

فيستفاد من هاتين العبارتين أعنى عبارة الشرح الكبير للمنية ، وعبارة فتح القدير فائدتان .

الأولى أنه أفاد أنـــه ﷺ كان يقرء الدعوات والأذكار المأثورة بعضها فى بعض الأحيان ، وبعضها فى بعض آخر .

والثانية أن كراهة تأخير السنة عن الفرض لايحصل بالزيادة على قدر « اللهم أنت السلام ومنك السلام » إلخ . بل الزيادة الغير المقاربة كالورد ثلاثا وثلاثين ونحوه ، وأن ما وقع فى الشرح الصغير للمنيـــة ، أو فى غيره من الكتب من أنه يكره التأخير بما زاد على قدر « اللهم أنت السلام ومنك السلام » إلخ . فذلك

جیسے ۳۳۔ بار الحمد للہ یا سبحان اللہ (وغیرہ) کہنا۔ اس سے سنت میں تاخیر ہوجاتی ہے اور یہ مکروہ ہے۔ یہی فتح القدیر میں لکھا ہے۔ ان دونوں عبارتوں یعنی منیہ کی شرح کبیر کی عبارت اور فتح القدیر کی عبارت سے ہمیں دو فائدے حاصل ہوئے۔ اول یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ذکر کیا ہے اور کبھی کوئی اور ذکر اور دعا مانگی ہے۔ دوئم یہ کہ فرض کے بعد اللّٰھُمَّ انت السلام الخ جتنا وقفہ کرنے سے سنت میں کوئی تاخیر واقع نہیں ہوتی۔ البتہ اس سے زیادہ مقدار جیسے ۳۳۔ بار الحمد للہ وغیرہ پڑھنے سے تاخیر واقع ہوتی ہے' جس طرح منیہ کی شرح' شرح صغیر میں ہے۔ یا اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں اللّٰھم انت السلام ومنك السلام الخ کے الفاظ وارد ہیں تو یہ واقعی تاخیر ہے۔ پس یہ حقیقت اسی پر موقوف ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک میں جو دعا عام طور پر متعارف اور مشہور ہے وہ اس سے بھی کم وقت لیتی ہے' جس کے بارے میں فتح القدیر اور شرح کبیر وغیرہ میں درج ہے کہ اتنی تاخیر مکروہ نہیں ہے۔ لھذا اس پر تاخیر کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے

محمول على هذا المعنى ولا شك فى أن الدعاء بعد المكتوبة - على
الوجه المتعارف - أقل قدرا من الكلمات التى حكم بعدم كراهتها
فى فتح القدير ، والشرح الكبير للمنية ، فلا يصح الحكم بكراهة
الدعاء بعد المكتوبة وهذه فائدة جليلة ينبغى حفظها .

وقال العلامة جعفر البوبكائى : فى " متانة الروايات " ناقلا
عن النصاب أن الصلاة التى لاتطوع بعدها كالفجر والعصر يكره
المكث قاعداً فى مكانه مستقبل القبلة انتهى .

ثم قال قلت إلا أن يمكث مستقبلا بعد الفجر بقدر ما يقول
عشر مرات « لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد
يحيي ويميت بيده الخير وهو على كل شئ قدير » لما ورد فيه
من الأحاديث وكذا بعد المغرب لما أخرجه أحمد والترمذى انتهى
ما فى المتانة وهذا يدل على أن مقدار هذه الكلمات عشر مرات
کیونکہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا مکروہ ہے یہ بہترین فائدہ ہے اسے یاد رکھنا
چاہیے۔ علامہ جعفر بوبکائی نے متانۃ الروایات میں نصاب سے نقل کیا ہے کہ وہ
نمازیں جن مین فرض کے بعد نفل نہیں ہے جیسے فجر اور عصر۔ ایسی نمازوں میں
نماز کے بعد اسی جگہ قبلہ رو ہو کر بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ میں کہتا
ہوں کہ فجر کے بعد قبلہ رو ہو کر اتنی دیر بیٹھ رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے
جتنے عرصے میں یہ الفاظ ادا کر سکے

لا الہ الا اللہ الخ (ترجمہ) اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اس
کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک اور اسی کے لئے حمد و ثنا ہے۔ وہی زندہ کرتا
ہے اور وہی مارتا ہے' اسی کے ہاتھ میں ہر بھلائی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
جیساکہ اس حدیث میں وارد ہے اور اسی طرح مغرب کے بعد کی دعا کے
بارے میں جو روایت امام احمد اور ترمذی نے بیان کی ہے اور جس کے الفاظ اس
طرح ہیں لا الٰہ الا اللہ .... الخ تو یہ روایات اس امر پر دلالت کرتی

بعد المكتوبة قبل السنة ليس داخلا فی حد كراهة تأخير السنة ولا شك أن قرأة الدعاء بعد المكتوبة على الوجه المتعارف أقل قدرا من هذا فلا يحكم بالكراهة أصلا .

ثم قال صاحب المتانة " وأما القول بأنه يقرء هذه الكلمات بعد سنة المغرب فلا يصح لأنه خلاف ظاهر الحديث " . قال وقد حقق الشيخ " القاسم الحنفی " المصری فی رسالة التسوية بين الأشتغال بالدعوات بعد المكتوبة قبل السنن وبعدها والتطوع وقال لا يكثر التأخير فی أدائها كيلا يتضيق الوقت ولا يشغل أحد بالتكلم ونحوه انتهى ما فی المتانة .

فهذه العبارة أيضا تدل على عدم كراهة الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة بل على أنه والدعاء بعد السنة سواء وأيضا قد علم من

ہیں کہ اتنی مقدار فرض نماز کے بعد سنت سے پہلے وقفہ اور تاخیر کرنا حد کراہیت میں داخل نہیں۔ اور نہ ہی اس سے سنت میں کوئی تاخیر واقع ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک میں فرض نماز کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے، اس کی مقدار اس سے بہت کم ہے لهذا اس پر کراہیت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ صاحب متانہ آگے کہتے ہیں کہ یہ کہا جائے کہ یہ الفاظ آپؐ مغرب کی سنت کے بعد کہا کرتے تھے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر حدیث کے بھی خلاف ہے۔ اس کی تحقیق شیخ قاسم الحنفی مصری نے رسالہ "التوبہ" میں کی ہے۔ فرض نماز کے بعد سنت سے پہلے ذکرو اذکار اور دعاؤں میں زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے وقت تنگ ہوجاتا ہے اور سنن کے ادا کرنے میں بھی تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور کسی کو گفتگو بھی نہیں کرنی چاہیے۔ یہی متانت میں لکھا ہے۔

پس اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ فرض کے بعد اور سنت سے پہلے دعا مکروہ نہیں ہے، بلکہ اس امر پر دلالت ہوتی ہے کہ سنت سے قبل اور بعد دعا مانگنا دونوں برابر ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک بھی

فعله ﷺ أنه كان يصلى السنن فى بيته ولا شك أن قدر التأخير الـــذى يحصل فى الدعاء على الوجه المتعارف أقل قدرا من قدر الخروج من المسجد فلا يصح الحكم بكون ذلك القدر من التأخير لأجل الدعاء موجبا للكراهة.

وقال الشيخ عبد الحق الدهلوى رحمه الله فى شرحه العربى على المشكاة فى أول باب الذكر بعد الصلاة ما لفظه هذا " ثم مما ينبغى أن يعلم أن تقديم السنة الراتبة، لا ينافى البعدية التى وردت فى الاحاديث أنه يقرء بعد الفريضة وكذا من الاذكار والادعية صرح به الشيخ ابن الهمام وكذا قراءة بعض الادعية المخبرة إلى صحة الاخبار بقراءتها بعد الفريضة لا ينافى استحباب القيام إلى التطوع متصلا والاستعجال به كما ورد أن يقول دبر الفجر والمغرب لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد

معلوم ہوگیا کہ آپ سنتیں گھر میں ادا فرماتے تھے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مسجد سے نکل کر گھر جانے میں جتنی دیر لگتی ہے اس بھی کم وقت اس دعا مانگنے میں لگتا ہے، جو ہمارے ملک میں مانگی جاتی ہے۔ لھذا یہ حکم لگانا صحیح نہیں کہ اتنی مقدار میں دعا مانگنے سے جو تاخیر ہوا کرتی ہے، وہ موجب کراہیت ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مشکوۃ شریف کی عربی شرح باب الذکر بعد الدعا میں لکھا ہے کہ سنتوں میں جلدی کرنا اس بعد کے منافی نہیں جو احادیث میں وارد ہے کہ فرض نماز کے بعد ذکر اور دعائیں مانگنا چاہئیں۔ اسی طرح ابن ہمام نے بھی اس کی وضاحت کی ہے کہ وہ دعائیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں کہ فرض نماز کے بعد پڑھیں جائیں، یہ اس بات کے منافی نہیں کہ فرض نماز کے بعد متصل نوافل پڑھے جائیں۔ کیونکہ احادیث شریفہ میں وارد ہے کہ فجر اور مغرب کی نمازوں کے بعد دس بار یہ دعا پڑھی جائے

عشر مرات مع ما ورد فی المغرب من تعجیل رکعتیه وکذا قراءة آیة الکرسی قبل السنة انتهی ما ذکره الدهلوی ".

وقال فی شرحه الفارسی علی المشکاة " ما لفظه واز آنچه باید دانست که تعجیل سنت منافی نیست مرخواندن آیة الکرسی وامثال آنرا چنانکه در حدیث صحیح وارد شده است که بعد از نماز فجر ومغرب ده بار لا إله إلا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیٔ قدیر خواند انتهی.

فإذا کان قدر آیة الکرسی مرة، وهذه الکلمات عشر مرات لا یکون داخلا فی حد الکراهة فقراءة الدعاء علی الوجه المتعارف لا یکون داخلا فیه بالاولی لکونه أقل قدرا منه فهذه العبارات کلها تدل علی أن قدر قراءة لا إله إلا الله وحده لا شریك له إلی آخره عشر مراة وقراءة آیـة الکرسی لا یکون داخلا فی

اسی کے ساتھ یہ بھی آیا ہے کہ مغرب میں جلدی کرنی چاہئے۔ اسی طرح سنتوں سے پہلے آیۃ الکرسی کا پڑھنا درست ہے جس کا ذکر شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے کیا ہے مشکواۃ شریف کی فارسی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس بات کو جاننا چاہئے کہ سنت میں جلدی کرنے کا حکم اس بات کو منافی نہیں ہے کہ آیۃ الکرسی یا اسی طرح کی اور دعائیں مانگی جائیں جو احادیث میں وارد ہیں چناچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نماز فجر اور مغرب کے بعد دس مرتبہ لا الٰہ الاّ اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہُ الملك ولہُ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیر پڑھی جائے۔ لہٰذا ایک بار آیۃ الکرسی یا مذکورہ دعا کو دس بار پڑھنا کراہیت کی حد میں داخل نہیں ہے تو پھر وہ دعا جو ہمارے یہاں فرض کے بعد مانگی جاتی ہے وہ بدرجہ اولیٰ کراہیت میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس دعا کے کلمات ان سے بہت کم ہیں۔ ان عبارتوں سے یہ بات واضح

التاخير المكروه بخلاف قراءة الورد ثلاثا وثلاثين فإنه داخل فى التاخير المكروه كما تقدم عن فتح القدير آنفا .

وقال العارف بالله تعالىٰ المخدوم بهاؤ الدين ذكريا الملتانى قدس سره فى رسالـة الفارسية ما لفظـه كـه بگويد بعد هر پنج وقت نماز ده بار " اللهم إنا نستعين بك على طاعتك " ونيز بعد هر نمازى بگويد " اللهم لا تجعلنا بثناء الناس من المغرورين ولا بنعمتك من المستدرجين ولا من الذين يا كلون أموال الدنيا بالدين اللهم اغننى من باب الاغنياء وعن باب الامراء وعن باب الاطباء يا من اذادعى أجاب وإذا سئل اعطى " وچون از فرض ظهر فارغ شود يكبار بگويد " لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو حى لا يموت ابدا ياذا الجلال والاكرام بيده الخير وهو على كل

ہوگئی کہ آیہ الکرسی کا پڑھنا یا دس مرتبہ لا الہ الا اللہ الخ کا پڑھنا تاخیر کراہیت میں داخل نہیں ہے۔ بخلاف ۳۳ر مرتبہ اللہ اکبر ' الحمد للہ یا سبحان اللہ ورد کرنا تاخیر کراہیت میں داخل ہے۔ عارف باللہ مخدوم بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے اپنے فارسی رسالے میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ ہر پانچ وقت نماز کے بعد دس مرتبہ یہ دعا مانگنی چاہیئے :چاہئے
اللھم انا نستعینک بک علی طاعتک اسکے علاوہ ہر نماز کے بعد یہ بھی کہنا چاہئے : اللھم لا تجعلنا......
اور جب ظہر نماز کے فرض سے فارغ ہو تو ایک بار یہ کہنا چاہئے لا الٰہ الا اللہ...... الخ (ترجمہ) اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک اور اسی کی حمد ہے زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ زندہ جاوید ہے کبھی نہیں مریگا اے جلال اور عظمت کے مالک! اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

شئٍ قدیر " . وبعد ازان بگوید " لا إله إلا الله ولا نعبد إلا ایاه له النعمة وله الفضل تاولوکرہ الکافرون " . چنانکه پیشتر گزشت بعد ازان دستها بر دارد واین دعا بخواند " اللهم إنك تعلم ذنوبنا یا غفار الذنوب وتعلم عیوبنا فاسترها یا ستار العیوب وتعلم حوائجنا فاقضها یا قاضی الحاجات وتعلم مهاتنا فاکفهایا کافی المهات وتعلم بلیاتنا فادفعها یا دافع البلیات فی الدارین " وبعد ازان این دعا بخواند " ربنا توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین وصل علی سیدنا محمد وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین اللهم اجعل

(ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اسی کی نعمت اور اسی کا فضل و کرم ہے ـــــ اور اگر چہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہو ـ تک پڑھنا چاہئے جس طرح کہ پہلے گذر چکا۔ اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑہیں :- اللّٰھم انك تعلم ذنوبنا یاغفار.... الخ

(ترجمہ) اے اللہ تو ہمارے گناہ جانتا ہے۔ اے گناہوں کو معاف کرنے والے تم ہمارے عیوب سے باخبر ہو۔ پس ان کو ڈھانک لے اے عیبوں کو ڈھانکنے والے اور ہماری حاجتوں کو تو جانتا ہے تو اے حاجتوں کو پورا کرنے والے ان کی تکمیل فرما اور ہماری مہمات کو بھی تو جانتاہے پس اس میں ہماری حفاظت فرما اے تمام مہمات کے لئے کافی ہونے والے اور ہمارے مصائب کو تو جانتا ہے پس اے مصائب و مشکلات کو حل کرنے والے دونوں جہانوں میں ہماری مشکلات حل فرما۔

اس کے بعد یہ پڑھے " رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ...

(ترجمہ) اے ہمارے پروردگار ہمیں مسلمان بنا کر وفات دینا اور صالحین کے ساتھ شامل فرما۔ اور ہمارے آقا و سردار حضرت محمد پر رحمت نازل فرما اور تمام انبیاء و رسولوں پر رحمت فرما اے اللہ! میری عمر کے اخیر کو بہتر بنا۔۔۔ الخ

خیر عمری آخره اللهم اجعل خواتیم عملی رضوانك اللهم اجعل خیر ایامی یوم القاك اعنا علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك سبحان ربی الأعلی الوهاب" بعد ازاں دو رکعت سنت ظهر بگذارد . وچوں از فرض عشا فارغ شود بعد از سلام بگوید " لا إله إلا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد تا علی کل شیْ قدیر" چنانچه مذکور شد . پس بگوید " لا إله إلا الله ولا نعبد إلا إیاه له النعمة والفضل تاولوکره الکافرون". بعده دستها بر دارد وایں دعا بخواند " اللهم یا دائم الفضل علی البریة ویا باسط الیدین بالعطیة ، ویا صاحب المواهب السنیة ، ویا دافع البلاء والبلیة ، رب صلی علی سیدنا محمد خیر الوری سجیة ، وعلی آله وصحبه البررة التقیة ، واغفر لنا ، وارحمنا یا ذالعلی فی هذه العشاء والعشیة " بعد ازاں ایں دعا بخواند " توفنا مسلمین تا الأعلی الوهاب" که پیشتر گذشت بعد ازاں دو رکعت نماز سنت خفتن بگذارد انتهی ما ذکره العارف الملتانی فی رسالته .

اس کے بعد ظہر کی دو رکعت سنت ادا کرے جب عشاء کے فرض سے فارغ ہو تو سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات کہے : لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہ لاشریك لہٗ لہُ الملك ولہُ الحمد تا علیٰ کل شیءٍ قدیر الخ جس طرح اوپر گذر چکا اس کے بعد یہ الفاظ کہے : لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ولَا نعبد الا ایاہ : الخ اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر یہ دعا مانگے : اللھم یا دائم الفضل علی البریۃ ...... الخ (ترجمہ) اے ہمارے پروردگار' مخلوق پر ہمیشہ فضل کرنے والے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد یہ دعا مانگے : توفنا مسلمین ... الوھاب تک جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ بعدہ دو رکعت نماز سونے کے لئے پڑھے جس کا ذکر عارف ملتانی نے اپنے رسالے میں کیا ہے۔ اس

وقد صرح فيه بتاخير السنة عن هذه الدعوات ولا شك ان الدعاء المتعارف الذى يقرء الآن أقل قدرا من هذه الدعوات. فلا يكون مكروها بل مامورا به، ومندوبا، وقال فى شرح هذه الرسالة البهائية المسمى بكنز العباد فى ذكر صلاة الظهر ناقلا عن فتاوى الخارزية المعروفة باليتيمة " أنه سئل البقالى عمن يصلى الفرض هل الأولى فى حقه أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة ثم بالدعاء فقال الأولى أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة قال: وروى عن النبى ﷺ أنه كان يقول دبر كل صلاة لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو حى لا يموت بيده الخير وهو على كل شيئ قدير هو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيئ علم ليس كمثله شيئ وهو السميع البصير "

سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مذکورہ دعاؤں سے سنت کی ادائیگی میں جتنی تاخیر ہوتی ہے، ہمارے یہاں جو دعائیں مانگی جاتی ہیں ان میں اس سے بھی کم وقت لگتا ہے لہٰذا وہ مکروہ نہیں ہیں بلکہ اس کے مانگنے کا حکم ہے اور یہ مستحب ہے۔ اس رسالہ کی شرح جس کا نام "کنز العباد" ہے اس کے باب الذکر بعد صلواۃ الظہر میں ہے کہ فتاویٰ الخارزیہ جو کہ یتیمیہ کے نام سے مشہور ہے اس میں لکھا ہے

کہ البقالی سے پوچھا گیا کہ کیا یہ بہتر ہے کہ فرض نماز کے بعد آدمی دعا مانگے اور پھر سنت پڑھے؟ انہوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ پہلے دعا مانگے پھر سنت ادا کرے کیونکہ نبی اکرمؐ ہر نماز کے بعد یہ کلمات فرمایا کرتے تھے :- "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔"

هكذا هو مذكور فى فتاوى حجة الدين البلخى انتهى ما فى كنز العباد وقال فيه أيضا فى ذكر صلاة المغرب ناقلا عن نصاب الفقه أنه اذا فرغ الإمام من صلاة الفريضة يستحب له أن يشتغل بالدعاء قليلا ثم يصلى ركعتى السنة كذا قال الفقيه أبو الليث انتهى فظهر بهذه الرواية أن الدعاء بين الفريضة والسنة ليس بمكروه بل هو مستحب اذا كان قليلا وما ورد فى بعض الكتب من كراهة الدعاء فمعناه إذا كان كثيرا طويلا كما تقدم التصريح من عبارات فتاوى الحجة والتتارخانيه وغيرهما وتقدم أيضا بيان الفرق بين القليل والكثير فى هذا الفصل من عبارات الكتب الكثيرة فارجع إليها إن شئت .

خاتمة الرسالة

إن قيل قد تقدم أنه ورد فى حديث المسلم عن عائشة رضى الله تعالى عنها أنه ﷺ كان لايقعد بعد السلام إلا مقدار ما يقول

اسی طرح فتاوی حجۃ الدین البلخی اور کنز العباد باب ذکر الصلوٰۃ المغرب میں نصاب الفقہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ جب امام فرض نماز سے فارغ ہو تو اسے مختصر دعا پڑھنی چاہئے اور یہ مستحب ہے اس کے بعد سنت پڑھنی چاہئے اسی طرح فقیہ ابو اللیث نے بھی کہا ہے۔ پس ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ فرض اور سنت کے درمیان دعا مانگنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ بعض کتب میں کراہیت کی جو مقدار بتائی گئی ہے اس سے زیادہ طویل نہ ہو۔ جس کی وضاحت فتاوی الحجہ اور "تاتارخانیہ" وغیرہما میں گذر چکی ہے اسی طرح ہم طویل اور مختصر کا فرق بھی بیان کر چکے ہیں اسی رسالہ میں مختلف کتب کے عبارتوں سے اگر چاہو تو ان کی طرف رجوع کرو۔

جس طرح کہ مسلم کی حدیث میں گذر چکا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلام

"أنت السلام إلى آخره فما الجواب عنه" قلت لنا أجوبة أربعة.

الأول

أن هـذا الحديث سنده ضعيف لأن مداره على ثلاثة رجال الأول أبو خالد الأحمر واسمه سليمان بن حيان بفتح المهملة وتشديد المثـ تحيـة الأزدى الكوفى قال الحافظ ابن حجر فى تهذيب التهذيب أنـه قال أبو بكر البزار فى كتاب السنن اتفق أهل العلم بالنقل على أن أبا خالد لم يكن حافظا وأنه قد روى أحاديث عن الأعمش وغيره لم يتابع عليها وقال ابن معين أبو خالد صدوق لكنه ليس بحجة وقال أبو هشام الرفاعى هو فى الأصل صدوق لكنه إنما أتى من سوء حفظه خلط ويخطى والثانى.

أبو معاوية الضرير واسمه محمد بن خازم بخاء وزاء معجمتين التميمى مولاهم الكوفى قال الحافظ ابن حجر فى تهذيب التهذيب

کے بعد صرف اتنی مقدار بیٹھتے تھے جس میں یہ کہہ سکیں "اللھم انت السلام الی آخرہ" اس کا کیا جواب ہے؟ میں نے کہا کہ اس کے چار جوابات ہیں اول۔ یہ کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کا دارو مدار تین آدمیوں پر ہے۔ پہلا ابو خالد احمر اس کا نام سلیمان بن حیان ح پر فتح اور ی اور شد ہے ازدی کوفی۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ ابوبکر البزار نے کتاب السنن میں لکھا ہے کہ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ابو خالد حافظ نہ تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ اعمش سے روایت کرتا ہے جبکہ اس کا کسی اور نے تتبع نہیں کیا۔ابو معین فرماتے ہیں کہ ابو خالد سچا تھا مگر اس کو حجت نہیں کہہ سکتے۔ ابو ھشام الرفاعی فرماتے ہیں کہ وہ دراصل سچا تھا مگر اس کا حافظہ صحیح نہیں تھا اس سے خلط ملط اور غلطیاں ہوتی تھیں۔

دوسرا ابو معاویہ الضریر اس کا نام محمد بن خازم التیمی کوفیوں کا آزاد کردہ غلام تھا حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن احمد

قال عبد الله بن أحمد سمعت أبى يقول أبو معاوية الضرير فى غير حديثه عن الأعمش مضطرب لا يحفظها حفظا جيدا وقال ابن معين كان أبو معاوية يروى عن عبد الله بن عمر مناكير وقال أبو داود كان أبو معاوية مرجيا وقال مرة كان رئيس المرجية بالكوفة وقال ابن خراش هو فى روايته عن الأعمش ثقة وفى روايته عن غيره فيه اضطراب وقال أبو زرعة : " كان أبو معاوية يرى الإرجاء فقيل له كان يدعو إليه قال نعم " قلت ومعلوم أن هذا الحديث لم يروه أبو معاوية عن الأعمش بل عن عاصم الأحول فيكون مضطربا الثالث .

عاصم بن سليمان الأحول أبو عبد الرحمن البصرى قال الحافظ ابن حجر فى تهذيب التهذيب أنه قال على بن المدينى عن يحيى بن سعيد القطان لم يكن عاصم الأحول بالحافظ وقال

نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ابو معاویہ الضریر نے اعمش کے علاوہ جو احادیث روایت کی ہیں وہ مضطرب ہیں اور ان کا حافظہ بھی صحیح نہیں تھا ابن معین فرماتے ہیں کہ ابو معاویہ عبداللہ بن عمر سے احادیث روایت کرتے تھے جو منکر تھیں ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابو معاویہ "مرجی" فرقہ سے تعلق رکھتے تھے ایک مرتبہ تو یہ کہا کہ وہ کوفہ کے مرجیوں کے سرداروں میں سے تھے۔ ابن فراش فرماتے ہیں کہ ان کی اعمش سے روایت کردہ احادیث ثقہ تھیں اسکے علاوہ فرماتے ہیں کہ وہ "ارجاء" سے تعلق رکھتے تھے ان سے پوچھا گیا کہ کیا تم اس کی دعوت دیتے ہو انہوں نے کہا ہاں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ابو معاویہ نے اعمش سے روایت نہیں کی ہے بلکہ عاصم احول سے روایت کی ہے۔ پس مضطرب ہوگئی۔

تیسرا عاصم بن سلیمان احول ابو عبدالرحمٰن بصری ہے۔ حافظ حجر تہذیب التہذیب میں کہتے ہیں کہ علی بن مدینی یحیٰی بن سعید القطان سے روایت کرتے ہیں کہ عاصم بن احول حافظ نہیں تھے۔

ابن إدريس أنا لا أدرى عنه شيئا وتركه وهيب لأنه أنكر بعض سيرته انتهى .

الثانى

أن لفظه أنه لم يقعد وليس أنه لم يقرء فجاز أن يكون يقعد هذا القدر ثم يأتى الأذكار قائما كما نقله بعضهم عن الحلوائى وقد تقدم .

الثالث

أن هذا الحديث معارض بجميع الأحاديث الواردة فى الذكر والدعاء بعد المكتوبة المتقدم ذكرها فى الفصل الأول من باب الأول فيترجح تلك الأحاديث لكون كثير منها مخرجة فى الصحيحين وما فى الصحيحين أصح مما فى صحيح مسلم فقط .

الرابع

إن قوله الأمقدار " ما يقول اللهم أنت السلام " ليس المراد به المساواة التحقيقية بل التقريبية فلا يكون التأخير

حدیث میں الفاظ یہ ہیں کہ آپ بیٹھتے نہیں تھے۔
یہ نہیں وارد ہوا کہ آپ پڑھتے نہیں تھے پس یہ جائز ہے کہ یہ مراد لی جائے کہ آپ اس کے بقدر بیٹھتے تھے اور اس کے بعد کھڑے ہوکر ذکر کرتے تھے جس طرح کہ بعض نے الحلوائی سے ذکر کیا ہے جو اوپر گذر چکا ہے۔

یہ حدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہے جو فرض نماز کے بعد دعا اور ذکر کے جواز میں ہیں جن کو ہم فصل اول میں باب اول سے ذکر کرچکے ہیں لہٰذا ان تمام احادیث کو اس پر ترجیح ہے کیونکہ ان کو صحیحین نے روایت کیا ہے اور جو صحیحین میں روایت موجود ہو اسکو صرف صحیح مسلم میں بیان کردہ روایت پر ترجیح ہوتی ہے

بیشک حدیث کے الفاظ اللھم انت السلام پڑھنے کی مقدار سے حقیقی تحدید اور تعین مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تخمینہ ہے پس

بقدر قراءة " لا إله إلا الله وحده لا شريك له إلى آخره وقراءة اللهم لا مانع لما أعطيت إلخ فقراءة آيـة الكرسى ونحو ذلك مكروها كما تقدم عن فتح القدير وشرح المنيـة الكبير وشرح المشكاة للدهلوى وغيرها .

أن قيل قد ورد فى عبارات كتب الفقه ما يدل على كراهة الدعاء بين الفرض والسنة منها ما فى جواهر الفتاوى أنه سئل لقاضى الأمام علاء الدين من الدعاء بعد الصلاة فقال : الأختيار ان يصل الفريضة بالسنة للمتابعة انتهى .

ومنها ما فى الخلاصة و الأشباه من أن الأشتغال بالسنة أولى من الأشتغال بالدعاء انتهى . ومنها ما فى شرح المنية إنه إن كان بعد المكتوبة تطوع بلا فصل إلا مقدار ما يقول : اللهم أنت السلام إلى آخره ويكره تأخير سنة عن حال اداء الفريضة بأكثر من نحو ذلك القدر انتهى . ومنها ما فى العقائد السنية ناقلا عن

الخ آیہ الکری کے پڑھنے سے اتنے مقدار کی تاخیر واقع نہیں ہوتی یا اس کے علاوہ اتنے وقفہ میں کچھ اور پڑھنا مکروہ نہیں ہے جس طرح کہ فتح القدیر اور شرح منیہ الکبیر اور شرح مشکواۃ دہلوی وغیرہ میں ہے جس کو ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں۔ بعض نے کہا کہ کتب فقہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان دعا مانگنا مکروہ ہے۔ چنانچہ "جواہر الفتاوی" میں ہے کہ قاضی امام علاؤ الدین سے نماز کے بعد دعا کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا مختار یہ ہے کہ فرض اور سنت کو ملائے۔ "خلاصہ" اور "الاشباہ" میں ہے کہ سنت پڑھنا دعا پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح شرح منیہ میں ہے کہ اگر فرض کے بعد نفل ہے تو فصل نہیں کرنا چاہئے مگر اتنی کہ پڑھا جاسکے اس عرصہ سے زیادہ تاخیر کرنا فرض نماز کے بعد مکروہ ہے۔ "عقائد السنیہ" نے فتح الباری

فتح الباری والقسطلانی أن المختار عن أبی حنیفة أن یشتغل بعد اداء المکتوبة بالسنة ویکره أن یشتغل بالدعاء والتسبیح قبل السنة انتهی ، قلت الجواب عن هذه العبارات علی وجوه خمسة .

الأول : أن العبارتین الأولیین لا تدلان علی الکراهة إنما تدلان علی أولویة وصل السنة البعدیة بالفریضة وهو أمر مختلف فیه ولهذا قال فی فتح القدیر اختلف فی أنه هل الأولی وصل السنة التالیة للفرض به أم لا انتهی وقد قدمنا من الأحادیث والروایات الفقهیة ما یدل علـی أن الدعاء بین الفرض والسنة مسنون أو مندوب فیترجح بتلك الروایات الکثیرة القول بسنیة الدعاء بینهما أو بندبه .

الثـانی : أنا قد قدمنا عن الفتاوی الحجـة والتاتارخانیة وغیرهما أن المکروه أن یشتغل الإمام بأدعیة طویلة وقد قدمنا

قسطلانی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد سنت پڑھنی چاہئے اور دعا اور تسبیح پڑھنا سنت سے پہلے مکروہ ہے۔

میں کہتاہوں کہ ان عبارات کے پانچ جوابات ہیں۔ اول یہ کہ یہ عبارتیں کراہیت پر دلالت نہیں کرتیں بلکہ یہ عبارتیں افضلیت پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا اس میں اختلاف ہے۔ فتح القدیر میں بھی ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ آیا فرض کے بعد سنت کو وصل کرنا افضل ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ہم احادیث اور فقہاء کی روایات ذکر کرچکے ہیں کہ فرض اور سنت کے درمیان دعا مانگنا مسنون اور مستحب ہے لہٰذا ان اکثر روایات کو ترجیح دیجائے گی کہ دونوں کے درمیان دعا مانگنا سنت اور مستحب ہے

دوئم جیسا کہ ہم فتاوی الحجہ اور تاتارخانیہ وغیرہما کے حوالے سے اوپر ذکر کرچکے ہیں کہ امام طویل دعا مانگے تو یہ مکروہ ہے اور ہم نصاب فقہ، عمدہ

أيضا عن نصاب الفقه وعمدة الأبرار وكنز العباد وغيرها أنه يستحب للإمام أن يشتغل بالدعاء قليلا بعد المكتوبة ثم يشتغل بالسنة فهذا هو الجمع بين الروايتين وهو المقبول المعمول عليه الذي لاينبغي العدول عنه .

الثالث : أن ما ذكر في شرح المنية من تقدير القليل باللهم أنت السلام إلخ . فقد نص شارح المنية بنفسه في شرحه الكبير على المنية على أن هذا التقدير ليس على التحقيق بل على التقريب وقد مر تفصيل ذلك سابقاً عن الشرح الكبير للمنية وعن فتح القدير وعن شرح الشيخ عبد الحق الدهلوي على المشكاة فارجع إليه وذلك كله يدل على أن التأخير بقدر الدعاء المتعارف ليس بمكروه وإنما المكروه ما طال بقدر الورد ثلاثا وثلاثين أو أكثر من ذلك .

الابرار، کنز العباد وغیرہ کے حوالے سے بھی بتا چکے ہیں کہ امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ فرض نماز کے بعد دعا مختصر مانگے اور بعد میں سنت ادا کرے پس ان دونوں روایتوں کے درمیان جمع ممکن ہے اور یہی مقبول اور مستحسن ہے اور اسی پر عمل ہوتا آرہا ہے۔ لہٰذا اس سے عدول مناسب نہیں ہے۔
تیسرا جس کا ذکر شرح منیہ میں تخمینہ قلیل سے ہے "اللھم انت السلام" الخ یہ نص ہے۔ شارح منیہ نے شرح کبیر علی المنیہ میں کہا ہے کہ اتنی مقدار تخمینہ مراد ہے نہ کہ فی الحقیقت وہ الفاظ مراد ہیں جس کی تفصیل پیچھے شرح کبیر علی المنیہ فتح القدیر اور شرح شیخ عبدالحق دہلوی علی المشکواۃ کے حوالے سے گذر چکی۔ پس اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ ان تمام چیزوں سے معلوم ہوا کہ متعارف دعا جو ہمارے یہاں رائج و مشہور و معمول ہے وہ مکروہ نہیں ہے بلکہ مکروہ وہ ہے جس کی مقدار تاخیر ۳۳ر مرتبہ ورد و وظیفہ پڑھنے سے ہوتی ہو یا اس سے بھی زیادہ وقت صرف ہوتا ہو

الرابع : أن ما نقله صاحب العقائد السنية عن فتح البارى والقسطلانى فلم نجد هـذا اللفظ ولا معناه فى فتح البارى ولا فى القسطلانى فى مظانها المعلومة من كتاب الصلاة وكتاب الدعوات مع التتبع الكثير التام والله أعلم بصحة هذا النقل فلا يعتمد على مثله إذا لم يوجد من الأصل .

الخامس : أنه لما ثبت بالأحاديث الشريفة والعبارات الكثيرة الفقهية أنـه ﷺ كان يصلى السنن والوتر فى البيت مع أنه كان يدعو دبر كل صلاة لا يشك أحد فى أن دعائه ﷺ كان بين الفريضة والسنة .

فهذا يفيد أن القول بكراهة الدعاء المذكور فاسد لاصحة له أصلا إلا أن يحمل فعلـه ﷺ على الدعاء القليل ويحمل القول بكراهة الدعاء على الدعاء الكثير كما أشرنا إليه آنفا .

چوتھا جواب صاحب عقائد السنیہ نے فتح الباری اور **قسطلانی** کے مشہور موضوعات کتاب **الصلوٰۃ** اور کتاب الدعوات وغیرہ سے نقل کیا ہے، چنانچہ یہ الفاظ اور معانی مذکورہ کتابوں میں کہیں بھی نہیں ہیں۔ اس نقل کی صحت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لہٰذا ایسے نقل پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا جس کی اصل موجود نہ ہو۔

پانچواں بے شک احادیث شریفہ اور فقہاء کی عبارات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیغمبر اسلام سنتیں اور وتر گھر میں پڑھا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ہر نماز کے بعد دعا مانگتے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا فرض اور سنت کے درمیان ہوتی تھی پس اس سے یہ فائدہ ہوا کہ یہ قول کہ دعا مذکورہ مکروہ ہے فاسد اور قطعی طور پر غیر صحیح ہے سوائے اس کے کہ آپ کے اس فعل کو دعا قلیل پر محمول کیا جائے البتہ کراہیت کا قول دعائے کثیر کے لئے ہے جس کا اشارہ ہم ابھی کرچکے ہیں

تكميل مفيد

حاصل هذه الرسالة أن وصل السنة بالفرض مكروه كما دل عليها حديث أبي رمثة المتقدم ذكره وقد أفاد ذلك ابن الهمام فى فتح القدير .

وأما الفصل بين الفرض والسنة فعلى قول الإمام شمس الأئمة الحلوانى لا كراهة فى المكث بين الفرض والسنة لأجل الأشتغال بالدعاء والذكر ونحوه أصلا قليلا كان أو كثيرا فى حق كل واحد من المصلين سواء كان إماما أو مقتديا أو منفردا .

وأما على قول غيره فلا كراهة فى المكث ولا فى الدعاء والذكر فى حق المقتدى والمنفرد أصلا وأما الإمام فإن كان مكثه بالدعاء والذكر قليلا فلا كراهة أيضا بل هو الأفضل من ترك الدعاء أصلا وقد بينا الفرق بين القليل والكثير مفصلا فيفهم منه

اس رسالہ کا حاصل بحث یہ ہوا کہ سنت اور فرض کا وصل کرنا مکروہ ہے جیساکہ ابن رمثہ کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے اور مزید افادہ فتح القدیر کی عبارت سے ہوا۔ فرض اور سنت کے درمیان فصل کرنے کے بارے میں امام شمس الائمہ حلوائی کا قول ہے کہ اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان ورد و وظائف پڑھنے کے یا ذکر کرنے کے لئے کھڑا رہے۔ چاہے اس کی مقدار قلیل ہو یا کثیر۔ اور یہ حکم ہر نمازی کے لئے ہے۔ چاہے وہ امام ہو' مقتدی ہو یا منفرد ۔

دوسرے قول کے مطابق فرض نماز کے بعد دعا یا ذکر کے لیے ٹھرا رہنا اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔ چاہے مقتدی ہو یا منفرد ہو۔ جہاں تک امام کا تعلق ہے اگر وہ مختصر دعا اور ذکر کے لئے ٹھرتا ہے تو اس میں بھی کوئی کراہیت نہیں ہے۔ بلکہ جو لوگ دعا کو چھوڑ دیتے ہیں اس سے افضل یہ ہے کہ دعا مانگے۔ تخمینہ اور دعائے قلیل اور کثیر کا فرق ہم تفصیل سے بیان کرچکے ہیں

أنـه لايشك أن قدر الدعاء المتعارف يصدق عليه اسم القليل فلا كراهة فى مكثه ذلك القدر قطعا وأما إن كان كثيرا بأن كان قدر الورد المعروف ثلاثا وثلاثين أو أكثر منه فمكروه أى كراهة تنزيه بمعنى خلاف الأولى كما بيناه مفصلا هذا والحمد لله سبحانه وتعالى على التمام ، وأفضل الصلاة والسلام على نبينا محمد سيد الأنام . وعلى آله وصحبه البررة الكرام ، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم، وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم .

تمت بـالخـير

جس سے یہ بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ جو دعا ہمارے ہاں متعارف معمول بہ ہے' وہ دعا قلیل ہے اتنا عرصہ ٹہرے رہنے میں کوئی کراہیت قطعی طور پر نہیں ہے مگر اس سے زیادہ جیسے ۳۳ر مرتبہ الحمد للہ وغیرہ پڑھنا یا اس سے بھی زیادہ تاخیر کرنا تو یہ بلاشبہ مکروہ ہے۔ یعنی مکروہ تنزیھی یعنی خلاف اولیٰ ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کرچکے ہیں۔